9/36

ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳۱-جنوری ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ، وَکَانَ اَجْوَدُ مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاہُ جِبْرِیْلُ وَکَانَ یَلْقَاہُ جِبْرِیْلُ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُہُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یَلْقَاہُ جِبْرِیْلُ اَجْوَدُ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَۃِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور خصوصاً ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت اور بڑھ جاتی، جب حضرت جبریلؑ آپ سے ملاقات کرتے تھے۔ اور جبریلؑ رمضان کی ہر شب میں آپ سے ملاقات کرتے تھے اور آپ ان سے قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے اور البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جبریلؑ آپ سے ملاقات کرتے تو آپؐ کی سخاوت بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ بڑھ جاتی تھی (بخاری و مسلم)

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْیَا اللَّیْلَ وَاَیْقَظَ اَھْلَہٗ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ! حضرت عائشہؓ سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تمام رات بیدار رہتے، اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے، اور عبادت الٰہی میں خوب کوشش فرماتے (بخاری و مسلم)

غیر مقبول روزہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص نہ چھوڑے باطل بولنا اور برا کام کرنا روزہ رکھ کر، تو خدا تعالے اُس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کچھ پرواہ نہیں کرتا (بخاری و مسلم)

(نوٹ)

باطل بولنا وہ کلام ہے جس سے گناہ لازم آئے۔ جھوٹی گواہی دینا، افترا کرنا غیبت کرنا، بہتان باندھنا، برا کہنا گالی دینا، جھوٹی قسم کھانا، وعدہ خلافی کرنا، جھوٹ بولنا وغیرہ وغیرہ۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ جس روزہ دار نے، باطل بولنا اور برے کام کرنے سے پرہیز نہ کیا (حالانکہ اس سے اجتناب واجب تھا)، تو اللہ تعالے اس کے کھانا پینا ترک کرنے کی مطلقاً پرواہ نہیں فرماتے۔ یعنی اس روزہ کی طرف التفات نہیں فرماتے توجہ نہیں کرتے، مہربانی اور عنایت کی نظر نہیں کرتے۔ غور کرو جس روزہ کی طرف اللہ کی توجہ نہ ہو۔ وہ روزہ کس کام کا ہے۔ اور پھر یہ ضروری ہوا نا؟ کہ روزہ دار کھانا پینا کے ترک کرنے کے علاوہ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان اور زبان کا بھی روزہ رکھے — سحری وافطار قوت حلال سے ہو نماز پنجگانہ اور تراویح کا التزام بھی ہو۔ تو ایسا روزہ خدا کے فضل سے قبول ہوگا۔

روزہ نہیں فاقہ ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الظَّمَاءُ (رواہ الدارمی)

ترجمہ! حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ بہت سے روزہ دار ایسے کہ ان کو ان کے روزے سے سوائے پیاسا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا

نوٹ!

اس سے معلوم ہوا۔ کہ روزہ دار کو بڑی احتیاط و پرہیز سے روزہ رکھنا چاہیئے۔ روزہ دار کے تمام اعضا و قویٰ خدا کے حکم میں رہنے چاہئیں۔ یاد رہے جو روزہ دار باطل کلام سے اور اعمال بد سے پرہیز نہیں کرتا — اس کا روزہ نہیں فاقہ ہے۔

رمضان کے ایک روزہ کی علو مرتبت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ — قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَۃٍ وَّلَا مَرَضٍ لَّمْ یَقْضِ عَنْہُ صَوْمُ الدَّھْرِ کُلِّہٖ وَاِنْ صَامَہٗ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ترجمہ! حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص رمضان میں ایک روزہ بھی بلاقصد چھوڑ دے بغیر رخصت شرعی اور بغیر مرض کے تو تمام عمر کا روزہ رکھنا رمضان کے

۳- ایک چھوڑے ہوئے روزہ کا بدلہ نہیں اتار سکتا۔ باقی باتی

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

چیف ایڈیٹر
مولانا عبیداللہ انور

رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۴۷

سالانہ چندہ
۱۱ روپے

ششماہی چندہ
۶ روپے

جلد	۹	۳۱ جنوری سنہ ۱۹۶۴ء مطابق ۱۵ رمضان سنہ ۱۳۸۳ھ	شمارہ	۳۶

اسلام کا نام لینے والوں کی اسلام سے بے وفائی

ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کی روئداد

اسلاف کا اسلام

دنیا کچھ بھی سمجھے اور جو چاہے کہے مگر ہم علیٰ وجہ البصیرت یہ کہتے ہیں کہ مسلمان صرف اسلام پر عمل کر کے ترقی کر سکتے ہیں۔ ایک ہزار سال کی تاریخ ہماری گواہ ہے۔ کہ اہل اسلام فوج کی تعداد — اسلحہ اور دیگر ساز و سامان میں دشمن سے بہت ہی کم ہوکر بھی غالب آتے رہے۔ وہ اللہ کے تھے اللہ ان کا تھا۔ وہ اللہ تعالےٰ کے فرامین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو آنکھوں سے لگاتے اور دل میں جگہ دیتے تھے۔ وہ اسلام ہی کو حق اور باعث نجات سمجھ کر خود اس کے پابند ہوتے اور دوسروں کو اس کی دعوت دیتے۔ اللہ تعالےٰ ہر ہر قدم پر ان کی نصرت فرماتے وہ جدھر جاتے فتح ان کے پاؤں چومتی۔ دنیا والے محو حیرت تھے کہ عرب کے بے سرو سامان صحرا نوردوں نے کیسے دنیا کا بڑا حصہ فتح کر لیا پھر اسلام لانے والی قومیں کیونکر ناقابلِ تسخیر ہو گئیں۔

صلیبی طاقتوں کا پروپیگنڈا

جب صلیبی طاقتیں اسلام کی شمشیر خارا شگاف کے مقابلہ سے عاجز آگئیں۔ اور اسلام کا سیلاب یورپ کے خس و خاشاک کو بہانے لگا، انہوں نے اس کے مقابلہ میں پروپیگنڈا کا بند باندھا۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح عیسائی دنیا مشرف باسلام ہونے سے بچ سکے۔ اس پروپیگنڈے میں یہ تھا کہ اسلام میں جہاد کی تعلیم ہے۔ یہ تلوار سے پھیلا۔ مسلمان خونخوار درندے ہیں۔ اس میں غلامی رائج ہے یہ انسانوں کو غلام بناتے ہیں۔ اس میں تعدد ازدواج اور طلاق جیسے مسائل ہیں۔ وغیرہ وغیرہ بعد میں جب مسلم ممالک عیش و عشرت کے شکار ہوکر زوال پذیر ہونے لگے اور ان پر صلیبی اقوام نے ہر طرف سے بلہ بول کر ان کو کمزور یا محکوم بنالیا، پھر شخصی آزادی، تقریر کی آزادی اور مذہبی آزادی کے فلسفے رائج کر کے اسلام کے خلاف بکواس کرتے اسلام سے مرتد ہونے اور مسلمانوں کو اچھے برے اعمال کرنے میں آزاد رہنے کے دروازے کھولے۔ گزشتہ دو صدیوں میں دشمنان اسلام نے یہی حربے استعمال کئے ہیں اور ان میں وہ اتنے کامیاب ہوئے ہیں کہ آج جب مسلم ممالک کو اللہ تعالےٰ نے پوری تنبیہ کے بعد دوبارہ آزادی کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ دیا تو وہ اسی غیر اسلامی پروپیگنڈے اور غیر اسلامی فلسفے میں جکڑے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ جسمانی آزادی سے زیادہ ضروری اور فرض ہے کہ ہم دشمنان اسلام کی ذہنی غلامی سے نجات حاصل کریں۔

مسلم جماعتوں کا کردار

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ آج اسلام کا نام لینے والے بلکہ اسلامی نظام قائم کرنے کے مدعی اسی گمراہانہ پروپیگنڈے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ جس کا انکشاف ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کے اجلاس میں ہوا اور جن کا ذکر بعد میں آرہا ہے۔

پہلا مسئلہ غلامی کا ہے

ہم خدام الدین کی گزشتہ اشاعتوں میں بتا چکے ہیں کہ قرآن و حدیث سے جو بات ثابت ہے اور جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین نے عمل کیا ہے اس سے انکار کرنا یا اس کے اظہار سے شرمانا ایک مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا۔ اسلام نے عام انسانوں کی غلامی یا خرید و فروخت کی اجازت نہیں دی لیکن میدان جنگ میں جو شخص مجھ پر تلوار کا وار کر کے قتل کرنا چاہتا ہے اگر میں اس کا وار بچاکر اس کو قتل کرنے کی بجائے اس کو گرفتار کر کے غلام بنالوں تو اس میں کونسی قابل اعتراض بات ہوگئی۔ قتل کی اجازت لیکن غلامی پر اعتراض۔ یہ تو اب خود اس سے پوچھیں کہ کیا تم کو قتل کر دیا جائے یا غلام بنا لیا جائے وہ غلامی کو ہی ترجیح دے گا۔ پھر اسلام نے حکومت کو ہر طرح کا اختیار دیا ہے چاہے ان کو غلام بنائے چاہے زر معاوضہ یا تاوانِ جنگ لے کر رہا کردے چاہے مفت رہا کردے اور چاہے تو اسیرانِ جنگ کا تبادلہ کردے

بہرحال اس میں ایک شق غلام بنانے کی بھی ہے۔ اگرچہ یہ لازم نہیں مگر حالات کے ماتحت اس کی اجازت ہے۔ اس پر قدغن لگانا یا اس کے اظہار سے شرمانا اسلامی تقاضوں کے خلاف ہے۔ ورنہ حضرت شہربانو رضی اللہ تعالےٰ عنہا جن سے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سلسلہ نسب چلا ہے کے بارہ میں آپ کیا کہیں گے یہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں ہی گرفتار ہوکر آئی تھیں۔

دوسرا مسئلہ ارتداد کا ہے

آزادی مذہب کی آڑ میں یہ فلسفہ لوگوں کے دماغوں پر چھایا ہے کہ ہر شخص کو آزادی ہونی چاہیئے جو مذہب چاہے قبول کرے

[illegible] پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا

خطبہ جمعہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ ۲۴ جنوری ۱۹۶۴ء

ارکان اسلام کا باہمی ربط

عبادات کی فرضیت میں تقدیم و تاخیر کے اسرار و رموز

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

بزرگانِ محترم!

دینِ اسلام نوعِ انسانی کے لئے مکمل اور جامع ترین نظامِ زندگی ہے حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک فقط یہی ایک دین ہے، جو دین کہلانے کا مستحق ہے۔ دوسرے ادیان حقیقت میں سرے سے دین ہی نہیں ہیں۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

اس دین کو دینِ قیّم بھی کہا گیا ہے۔ اس لئے نظم و ترتیب اس کی حقیقت میں داخل ہے۔ اس کے ارکان ایک دوسرے سے نہایت مربوط اور آپس میں گہرا رشتہ رکھتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک حدیث میں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ آپ فرماتے ہیں!

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَہَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

(رواہ البخاری ومسلم وترمذی ونسائی)

اسلام کی شاندار عمارت پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے — شہادتین یعنی اس بات کا دل سے اقرار کرنا کہ سوائے ایک اللہ تعالیٰ کے کوئی اور معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اس کے رسول ہیں۔ پورے آداب و حقوق کی رعایت کر کے نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا۔ حج کرنا۔ رمضان شریف کے روزے رکھنا

نتیجہ

یہ نکلا کہ کلمہ، نماز، زکوٰۃ، حج اور روزہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ ان ارکان خمسہ اور مجموعۂ دین کا وہی رشتہ ہے جو ایک قصر یا محل اور اس کے ستونوں کا ہوتا ہے۔ اگر یہ ارکان نہ ہوں تو دین کا قصر ہی دھڑام سے زمین پر آ رہے

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ تعلیم

ہر مسلمان کو یہ جان لینا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا طریقۂ تعلیم اور کلامِ الٰہی کا اسلوبِ بیان ہر دو فطری ہیں۔ یہاں آخرت کے بڑے بڑے علوم اور مسائل معمولی واقعات و مشاہدات سے باتوں ہی باتوں میں حل کر دیے جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ سب نبیوں اور رسولوں کے سردار اور خداوند قدوس جل شانہٗ کے آخری پیغمبر ہیں اس لئے آپ کا طریقۂ تعلیم بھی سب نبیوں اور رسولوں سے امتیازی تھا — چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ آپ کو ۲۳ سال میں جو کامیابی ہوئی وہ دیگر حضرات کو عرصۂ دراز میں بھی نہیں ہوئی۔ آپ کا اندازِ تبلیغ و ہدایت اور قوم کو سمجھانے کا طریق اس قدر دلنشین، فطرت کے مطابق اور حکیمانہ تھا کہ روئے ارضی و سماوی پر مخلوقِ خداوندی میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نے چھوٹی چھوٹی مثالیں دے کر بڑے بڑے اہم اور عمیق مسائل اور شریعت اسلامیہ کی باریکیاں اس طرح قوم کو ذہن نشین کرا دیں کہ عرب کے بدو آسمان پر اڑنے لگے۔ مشرک جن کی گھٹی میں شرک پڑا تھا موحد ہو گئے اور خدا کی خدائی سے ناآشنا ذات و صفات سے واقف ہو گئے، عالمِ برزخ کے منکر حشر و نشر اور جنت و دوزخ کے قائل ہو گئے ملتِ ابراہیمی کو فراموش کر دینے والوں نے ملت ابراہیمی کو دوبارہ زندہ کیا اور خانہ کعبہ جو ان بدوؤں کے ہاتھوں بتوں کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا از سر نو خدائے وحدہ لاشریک کا گھر بنا دیا گیا۔

غرض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی چھوٹی روز مرہ کی تمثیلات بیان فرما کر بڑے بڑے باریک نکتے اور اسرار و رموز عرب کے بدوؤں کے ذہن میں اتار دیئے اور اس طرح وہ قوم جو تہذیب و تمدن سے ناآشنا اور دامِ جہالت میں گرفتار تھی۔ زمانے بھر کی رہنما بن گئی۔ یہ صرف آپ کے طریقۂ تعلیم کا اعجاز، اللہ کے فضل اور آپ کے روحانی اثر کا نتیجہ تھا۔

اب حدیث مذکورہ بالا کی حقیقت پر غور کرو۔ عرب کے بدوؤں اور ایک امّی قوم کو اسلام اور اعمال کا ربط اور پھر اعمال میں باہمی مراتب کا فرق سمجھانا ہے ظاہر ہے مسئلہ مشکل ہے مگر اس کے لئے تعبیر سادہ اور آسان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ جس طرح اپنے ماحول میں تم روز مرہ اپنا مکان دیکھتے ہو، اس میں چھت ہوتی ہے ستون ہوتے ہیں، در و دیوار ہوتے ہیں اور یہ مجموعہ مل کر ہی تمہارا مکان کہلاتا ہے۔ اس مکان کی کوئی بنیاد بھی ضرور ہوتی ہے جس پر یہ مکان قائم ہوتا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اتنا بڑا عظیم الشان مکان تو آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ مگر وہ بنیاد جس پر اتنی بڑی عمارت قائم ہوتی ہے کہیں نظر نہیں آتی۔ وہ زمین کے نیچے ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلام کو سمجھ لو۔ وہ بھی ایک مجموعہ کا نام ہے۔ اس کے بھی اجزاء ہیں۔ اس کی بھی ایک بنیاد ہے۔ پھر اس کے اجزاء میں بھی ایسا ہی تفاوت ہے جیسا کہ تمہارے مکان کے اجزاء میں۔ ہر جزو مکان کے لئے یکساں ضروری نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ مکان کی بقاء کے لئے جس قدر ستونوں کی حاجت ہے۔ اتنی طاق، روشندان اور نقش و نگار کی نہیں۔ اسی طرح یہاں ارکان خمسہ، اسلام کے بنیادی اصول ہیں جن کے بغیر اسلام کا کارخانہ قائم نہیں رہ سکتا (ترجمان السنۃ)

تصدیق قلبی

ارکان خمسہ کے ساتھ ساتھ تصدیقِ

بھی نہایت ضروری ہے۔ تصدیق قلبی کو ارکانِ خمسہ کی تعمیر میں وہی حیثیت حاصل ہے جو ایک مکان میں بنیاد کو حاصل ہے اور جس پر مکان کے حفظ و بقا کا دار و مدار ہوتا ہے چنانچہ جس طرح مکان کی بنیاد زمین میں مدفون اور چھپی رہتی ہے اسی طرح یہ بھی دل میں چھپی رہتی ہے اور اسی پر ارکان اسلام کی تعمیر قائم ہے۔ تصدیق قلبی کو دوسرے الفاظ میں ایمان کا نام دیا جا سکتا ہے اور یہ واضح ہے کہ اگر انسان کے دل میں ایمان نہ ہو تو اس کا کوئی عمل بھی مقبولِ بارگاہِ الٰہی نہیں ہو سکتا۔

کلمۂ شہادت

اسلام میں داخل ہونے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ انسان صدق دل سے کلمۂ شہادت پڑھے۔ زبان سے اقرار کرے کہ اللہ جل شانہٗ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیارے اور آخری رسول ہیں۔ پھر اس اقرار کی دل سے تصدیق کرے اور خدا اور رسول کے جملہ احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دے ــــ ایسا شخص مومن کہلائے گا۔ اور اسلام کی راہ میں اس کا یہ پہلا قدم ہوگا ــــ

حلفِ وفاداری

آج ہر آدمی جانتا ہے کہ جب حکومت کسی شخص کو کسی اہم عہدہ پر فائز کرتی ہے۔ وزارت، سفارت، گورنری یا ججی وغیرہ کے فرائض تفویض کرتی ہے تو اس شخص سے پہلے اس بات کا حلف اٹھواتی ہے کہ وہ حکومت اور ملک کے قوانین کا وفادار رہے گا۔ اسی طرح کلمۂ شہادت بھی خداوند قدوس جل شانہٗ کے احکام کی کامل فرمانبرداری اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع کا حلف اٹھانے کا نام ہے۔ یہ حلف اٹھانے کے بعد انسان دین کا سپاہی بن جاتا ہے وہ خدا اور رسول کی مرضی کے تابع ہو جاتا ہے اور اس عزم کے ساتھ کہ زندگی کے ہر گوشے میں کتاب و سنت سے رہنمائی حاصل کرے گا، اسلامی تعلیمات کو مشعل راہ بنائے گا۔ اور اسلام ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے گا۔ وہ خدا اور رسول کی غلامی کا جؤا اپنی گردن میں ڈال لیتا ہے۔

حدیث شریف میں کلمۂ شہادت کو "جڑ کا عمل" بھی قرار دیا گیا ہے اور اس کے لئے حضور علیہ السلام نے "رأس" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ بالفاظ دیگر توحید و رسالت کو "سر" کہا گیا۔ اور اصل میں توحید و رسالت اور کلمۂ شہادت کی حقیقت سمجھانے کے لئے اس سے زیادہ موزوں اور مناسب کوئی لفظ ہو بھی نہیں سکتا۔ یہاں سمجھانا یہ مقصود ہے کہ جس طرح انسان کا سر کٹ جائے تو اس کی روح نکل جاتی ہے اور وہ صرف ڈھانچا ہی ڈھانچا رہ جاتا ہے۔ اسی طرح کلمۂ شہادت کے بغیر بڑے سے بڑا عمل بھی صرف ایک ڈھانچا ہے جس میں کوئی روح نہیں۔

اس طرح کلمۂ شہادت گویا دوسرے ارکان اسلام یا فرائض و عبادات کی ادائیگی کا پیش خیمہ، بنیاد اور تمہید ہے

عبادت کی فرضیت میں تقدیم و تاخیر کے اسرار و رموز

کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام کی عملداری میں داخل ہو جانے کے بعد ایک مسلمان کے لئے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ فرائض و عبادات کو پورے آداب و حقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرے۔ اسلام میں عبادات کی فرضیت بیک وقت نہیں ہوئی بلکہ ترتیب کے ساتھ ہوئی تھی۔ سب سے پہلے نماز فرض ہوئی پھر جنگ بدر کے موقع پر روزے فرض ہوئے۔ تیسرے درجہ پر زکوٰۃ فرض ٹھہری اور چوتھے نمبر پر حج کا فریضہ عائد ہوا۔ اگر تفکر و تدبر سے کام لے کر عبادات کی فرضیت کی تقدیم و تاخیر پر غور کیا جائے تو عقلاً یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ سب سے پہلے نماز ہی کو فرض ہونا چاہیئے تھا۔ چنانچہ فی الحقیقت نماز کی تقدیم اور روزہ اور دوسری عبادات کی تاخیر میں اہم نکات پوشیدہ ہیں۔

نماز

نماز سب سے پہلی عبادت ہے جو مسلمانوں پر فرض ہوئی ــــ حج عمر میں ایک دفعہ ہے، ادائے زکوٰۃ کے لئے سال میں ایک دن کا مقرر کر لینا کافی ہے اور رمضان کے روزے گیارہ ماہ کے بعد آتے ہیں مگر نماز ایک دن میں پانچ مرتبہ پڑھنا فرض ہے۔ سات برس کے بچے کو پیار و محبت سے نماز پر لگانے اور دس برس کے بچے کو نماز چھوڑ دینے پر سزا دینے اور سرزنش کرنے کا حکم ہے ــــ سفر ہو یا حضر، بیماری ہو یا مفلسی، نوکری پر ہو یا آزادی فرض نماز کسی وقت اور کسی جگہ ساقط نہیں ہوتی۔ جب تک ہوش و حواس قائم ہیں نماز کی فرضیت قائم رہتی ہے۔ اعمال میں نماز سب سے پہلے فرض ہوتی ہے اور سب سے آخر تک فرض رہتی ہے۔

نماز کو رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے "عماد الدین" کہا ہے۔ اگر یہ ستون قائم ہے تو دین کی عمارت قائم ہے اگر یہ ساقط ہو گئی تو تمام دین کی عمارت گر جائے گی۔ اسلام کا خیمہ اسی چوب پر کھڑا ہے اور اسی کی بدولت اسلام کی شوکت و عظمت ہے۔ مسجدوں کی تعمیر، اذانوں کا غلغلہ، خطیبوں اور ائمہ مساجد کا تقرر سب کچھ نماز کے لئے ہے۔ اگر نماز فرض نہ ہوتی تو نہ اذان ہوتی، نہ خطیب اور پیش نماز ہوتے اور نہ ہی مسجدوں کے مینار مسلمانوں کی عظمت کے قصیدہ خواں نظر آتے

نماز عبادات کا مجموعہ ہے

حدیث شریف میں نماز کو "قوام" کہا گیا ہے ــــ "قوام" کہنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ نماز اگرچہ دیکھنے میں ایک ہی عبادت معلوم ہوتی ہے۔ مگر حقیقت میں تمام عبادات کی روح اس میں موجود ہے۔ اس میں زکوٰۃ کا مفہوم بھی ہے اور روزہ کا صبر بھی۔ پھر حج کو لو تو وہ نماز میں موجود ہے۔ اور جہاد کی روح بھی اس میں داخل ہے

زکوٰۃ کی حقیقت تزکیۂ نفس اور محبت دنیا سے دل کو پاک کر لینا ہے اگر مال کی محبت دل میں ہوگی تو حق تعالےٰ شانہٗ کی محبت کے لئے قلب میں جگہ خالی کیسے ہوگی؟ اسی لئے مال نکال کر قلب کو دنیا کی محبت سے پاک کیا جاتا ہے۔ نماز کا حاصل بھی یہی ہے کہ دل ماسوی اللہ سے پاک ہو جائے۔ آدمی دونوں ہاتھ اٹھا کر کانوں پر دھرتا اور اعلان کرتا ہے کہ اللہ بہت بڑا ہے۔ میں سب سے بیزار ہو کر صرف اللہ کی طرف آتا ہوں اور ظاہر ہے یہی تزکیۂ نفس کی روح ہے کہ

انسان ماسوا اللہ سے بیزار ہو کر صرف اللہ جل شانہٗ کا ہو رہے ۔ روزے کی حقیقت یہ ہے کہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک نیتِ صادق کے ساتھ کھانے پینے، عورتوں سے فائدہ اٹھانے سے بچتا رہے ۔ اور نماز کے دوران یہ چیزیں حرام ہیں تو نماز میں روزے کی بھی نقل موجود ہے ۔ حج کی حقیقت تعظیم بیت اللہ اور تعظیم حرم محترم ہے اور نماز میں قبلہ کی طرف منہ رکھنا ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔ اور ظاہر ہے استقبالِ قبلہ بھی قبلہ کی اعلیٰ تعظیم ہے ۔ غرض نماز سب عبادات کا مجموعہ ہے

پس

جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے گویا سب عبادتوں کو چھوڑ دیا ۔ قرآن عزیز کہتا ہے ۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ۔

نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے ۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے :-

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ

پھر ان کے بعد ان کے جانشین نا اہل پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے ۔

یہاں نماز کے ضائع کرنے کو اتباعِ شہوات کا پیش خیمہ قرار دیا گیا ہے ۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی لئے یہ حکم اپنی تمام قلمرو میں لکھ بھیجا تھا ۔ کہ نمازوں کی نگرانی رکھو ۔ جو شخص نماز کو ضائع کرے گا اس کے لئے دین کا بھی خدا حافظ ہے ۔

عبادات میں نماز کے سب سے پہلے فرض ہونے کی حکمت

معاشرہ کی اصلاح اور خلافت کبریٰ برپا کرنے کے لئے پہلی منزل تہذیب نفس کی ہے اور نماز تہذیب نفس کا بہترین ذریعہ ہے ۔ تہذیب نفس ذاتی اصلاح کو کہتے ہیں ۔ اصلاح نفس کی راہ میں سب سے پہلے کبر نفس حائل ہوتا ہے اور نماز اسے جڑ سے نکال پھینکتی ہے درحقیقت کبر نفس اسی وقت تک باقی رہ سکتا ہے ۔ جب تک اپنے سوا کسی دوسرے کی عظمت و کبریائی کا سکہ دل پر نہ بیٹھا ہو ۔ اگر کسی کی عظمت دل میں آجائے تو نفس میں کبر و غرور کا نشان بھی باقی نہیں رہتا ۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ہر چھوٹا بڑے کے آگے جھک جاتا ہے ۔ نواب اپنی ریاست میں کیسا ہی فرعون کیوں نہ بنا بیٹھا ہو مگر بادشاہ کے سامنے فوراً جھک جائے گا ۔ مرید اپنے پیر کا ادب کرنے پر مجبور ہے کیونکہ اب سامنے وہ موجود ہے جو اس کا مربی ہے اور جس کی عظمت سے اس کا دل لبریز ہے ۔ غور فرمایئے کہ جب انسان ایک انسان کے آگے دوسرے کی عظمت سے جھک کر اپنے کبر و خودی کو پامال کر دیتا ہے تو پھر اگر وہ ذات پیش نظر ہو جائے جو خوبیوں کی مالک کمالات کا مخزن، بھلائیوں کا سرچشمہ اور تمام ہی اخلاق حسنہ اور صفات مستحسنہ کا منبع ہے ۔ اور جو اپنی ذات اور صفات میں بے مثل اور بے نظیر ہے تو اندازہ کیجئے کہ اس کے سامنے کبر نفس کا کوئی نشان باقی رہ سکے گا ؟ پھر جوں جوں کبر نفس دل سے نکلتا جائے گا ۔ عبدیت کا غلبہ ہوتا جائے گا اور حق تعالیٰ شانہٗ کی عظمت دل میں بڑھتی چلی جائے گی ۔ غرض نماز تہذیب نفس اور اصلاح نفس کے لئے بہترین مجاہدہ اور اعلیٰ ترین ذریعہ ہے ۔

نماز بدنی عبادات میں سب سے اعلیٰ ہے ۔

نماز کے مکہ میں فرض ہونے کی یہ وجہ بھی ہے کہ نماز بدنی عبادت ہے اور پھر بدنی عبادتوں میں بھی سب سے اعلیٰ ہے ۔ مکہ میں مسلمانوں کے پاس مال و دولت تو تھا ہی نہیں کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے روزے اس لئے فرض نہ ہوئے کہ وہاں افلاس و غربت میں روزے رکھنا کوئی کمال کی بات نہ ہوتی ۔ اگر ایک شخص کے پلے کھانے پینے کے لئے کچھ نہ ہو، خوبصورت بیوی پاس نہ ہو، اس کی صحت خراب ہو اور وہ کہے کہ میں نے بڑا کمال کیا کہ کھایا پیا کچھ نہیں، میرے ضبط نفس کی حد ہے کہ میں بیوی کے پاس نہیں گیا تو ظاہر ہے اس کا یہ کہنا کوئی بڑائی کی بات نہ ہو گی ۔ بلکہ الٹا ہنسی کی بات ہو گی ۔ اور اسے تقویٰ کے نام سے موسوم نہیں کیا جائے گا ۔ تقویٰ اور ضبطِ نفس کا کمال تو یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں افراط سے موجود ہوں حسین و جمیل بیوی پاس ہو اور محض اللہ کے حکم اور اس کے خوف سے کھانے پینے سے ہاتھ کھینچ لے اور بیوی کے قریب نہ جائے ۔

قوتِ ایمانی کی دلیل

مدینہ میں آکر مسلمانوں کی حالت مختلف ہو گئی ۔ وہاں کی زمین نے خزانے اگلنے شروع کر دیئے، آرام و آسائش کے سامان ...... جمع ہو گئے ۔ تو پھر ان کی قوتِ ایمانی اور ضبطِ نفس کے امتحان کے لئے رمضان المبارک کے روزے فرض کر دیئے گئے ۔ چنانچہ لذائذ طیبہ کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کا ان سے احتراز اور احکام خداوندی کی تعمیل کرنا ان کی قوتِ ایمانی کی دلیل ہے

مزید برآں

نماز چونکہ خدا کے آگے جھکنے، اپنی بندگی کا اظہار کرنے، اللہ سے گہرا تعلق پیدا کرنے اور امت کے تمام لوگوں میں نظم پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اس لئے مکہ میں فرض کر دی گئی ۔ تاکہ مسلمانوں کی تربیت ہو سکے ۔ ان میں اس عبادت کے ذریعہ باہمی الفت، محبت اور مساوات پیدا ہو ۔ انہیں ایک دوسرے کے دکھ درد کا پورا احساس ہونے لگے ان کے دل کھوٹ، حسد اور خود غرضی سے پاک ہو جائیں ۔ نماز باجماعت امیر کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرے اور قوم باقاعدگی اور پابندی سے زندگی گزارنے کا سبق سیکھے ۔

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ نماز اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے مطلوبہ نتائج برآمد ہو گئے اور عرب کے بدو جو کسی نظام کے ماتحت نہ تھے نماز کی پابندی سے منظم ترین جماعت بن گئے، وہ دنیا... کے لئے اتحاد کا نمونہ ثابت ہوئے اور خدا نے ان کی قوتِ ایمانی کی وجہ سے انہیں اس قدر غلبہ عطا فرمایا کہ وہ نہ صرف فاتح مکہ ہوئے بلکہ ان کے ہاتھ قیصر و کسریٰ کے گریبانوں تک پہنچ گئے

(باقی آئندہ)

شانِ قرآن

قاری عبد المجید صاحب مدرس مدرسہ انوار الاسلام کیمبل پور ایبٹ آباد

قرآن کا نزول مبارک مہینہ میں ہوا

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ ـــ سورۃ البقرہ (رکوع ۲۳ آیت ۱۸۵)

ترجمہ:۔ (روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اول اول) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے۔ اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (اور جو حق و باطل کو) الگ کرنے والا ہے۔

حاشیہ شاہ عبد القادر صاحبؒ

اس سے معلوم ہوا۔ کہ رمضان کا مہینہ اسی سے ٹھہرا کہ اس میں اُترا قرآن۔ پس قرآن کی خدمت اس مہینے میں اول چاہیئے۔ اسی سبب سے رسول خدا نے تقید کیا تراویح کا اور آپؐ نے چند روز جماعت کرا کر پھر نہ کروائی کہ قرآن میں اشارات صریح ہیں فرض نہ ہو جائے۔

جس رات میں اُترا وہ بھی مبارک تھی

حٰمٓ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۝

ترجمہ! اس کتاب واضح کی قسم ہے بے شک ہم نے اس کو مبارک رات میں اُتارا بے شک ہم ہی ڈرانے والے ہیں (سورۃ دخان رکوع ۱ آیت ۳)

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح

برکت کی رات شب قدر ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ:۔ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (رکوع ۱) جو رمضان میں واقع ہے۔ لقولہ تعالیٰ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (بقرہ ۲۳) اس رات میں قرآن کریم لوح محفوظ سے سمائے دنیا پر اتارا گیا۔ پھر بتدریج تیئس ۲۳ سال میں پیغمبر پر اُترا اسی شب میں پیغمبر پر اس کے نزول کی ابتدا ہوئی۔

اور جگہ بھی مبارک تھی

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۝ (سورہ آل عمران ع ۸ آیت ۹۶)

ترجمہ: پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکے میں ہے بابرکت اور جہان کے لئے موجب ہدایت ـــ

حاشیہ شیخ الاسلام رح

اس آیت میں معترضین کو بتلایا گیا کہ بیت المقدس وغیرہ مقاماتِ مقدسہ تو بعد میں تعمیر ہوئے ہیں دنیا میں سب سے پہلا متبرک گھر جو لوگوں کی توجہ الی اللہ کے لئے مقرر کیا گیا اور بطور ایک عبادت گاہ اور نشان ہدایت کے لئے بنایا گیا۔ وہ یہ ہی کعبہ شریف ہے جو اس مبارک شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے۔

اور یہ قرآن خود بھی مبارک ہے

وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (سورۃ الانعام ع ۲۰)

ترجمہ:۔ اور (اے کفر کرنے والو) یہ کتاب بھی ہم نے اتاری ہے۔ برکت والی۔ تو اس کی پیروی کرو۔ اور (خدا سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلامؒ

یعنی تورات تو تھی ہی جیسی کچھ تھی۔ لیکن ایک یہ کتاب ہے (قرآن کریم) جو اپنے درخشاں اور ظاہری و باہر حسن و جمال کے ساتھ تمہارے سامنے ہے اس کی خوبصورتی اور کمال کا کیا کہنا ہے

آفتاب آمد دلیل آفتاب

اس کی ظاہری و باطنی برکات اور صوری و معنوی کمالات کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت را بو ارباب معنی را

اب دائیں بائیں دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر خدا کی رحمت سے حظ وافر لینا چاہتے ہو تو اس آخری اور مکمل کتاب پر چل پڑو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کہ اس کتاب کے کسی حصہ کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔

اس کتاب کے لانے والے بھی مبارک ہیں

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ ـــ (سورۃ التکویر)

ترجمہ! کہ بے شک یہ (قرآن) فرشتہ عالیمقام کی زبان کا پیغام ہے۔ جو صاحب قوت مالک عرش کے ہاں اونچے درجے والا سردار (اور) امانت دار ہے

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام رح

یہ حضرت جبریلؑ کی صفات بیان ہوئیں مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا۔ اس میں دو واسطے ہیں۔ ایک وحی لانے والا فرشتہ (جبریلؑ) اور دوسرا پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی صفات وہ ہیں جن کے معلوم ہو جانے کے بعد کسی طرح کا شک وشبہ قرآن کے صادق اور منزل من اللہ ہونے میں نہیں رہتا۔ کسی روایت کی صحت تسلیم کرنے کے لئے اعلٰے سے اعلٰے راوی وہ ہوتا ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کا ثقہ عادل، ضابط، حافظ اور امانت دار ہو۔ جس سے روایت کرے۔ اس کے پاس عزت و حرمت کے ساتھ رہتا ہو۔ بڑے بڑے معتبر ثقات اس کی امانت وغیرہ پر کلی اعتماد رکھتے ہوں، اور اسی لئے اس کی بات بے چون وچراں مانتے ہوں۔ یہ تمام صفات حضرت جبریلؑ میں موجود ہیں۔ وہ کریم (عزت والے) ہیں جن کیلئے اعلٰے نہایت، متقی اور پاکباز ہونا لازم ہے،

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

(فی الحدیث «الکرم التقوٰی») بڑی قوت والے ہیں۔ جس میں اشارہ ہے۔ کہ حفظ وضبط اور بیان کی قوت بھی کامل ہے۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ ربوبیت میں قرب اور رسائی حاصل ہے آسمانوں کے فرشتے ان کی بات اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے امین اور معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ یہ تو رسول ملکی کا حال تھا۔ آگے رسولِ بشری کا سن لیجئے؟۔

اور جن پہ قرآن اترا وہ بھی مبارک ہیں

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ ٥

(سورۃ توبہ ۱۶ع)

ترجمہ! (لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔

جس اُمت پر یہ اُترا وہ بھی مبارک ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ـــــ

(سورۃ آل عمران ۱۲ع)

ترجمہ! (مومنو) جتنی امتیں لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کا حکم کرتے ہو۔ اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس کو بھیجنے والی ذات بھی مبارک ہے

اَلرَّحْمٰنُ ٥ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ٥ ـــــ

(سورۃ رحمٰن ۱ع)

ترجمہ! رحمٰن نے سکھلایا ہے قرآن

حاشیہ حضرت شیخ الاسلامؒ

جو اس کے عطایا میں سے بڑا عطیہ اور اس کی نعمتوں میں سے سب سے اونچی نعمت و رحمت ہے۔ انسان کے بساط اور اس کے ظرف پر خیال کرو۔ اور علم قرآنی اور اس کے دریائے ناپیدا کنار کو دیکھو۔ بلاشبہ ایسی ضعیف البنیان ہستی کو آسمانوں اور پہاڑوں سے زیادہ بھاری چیز کا حامل بنا دینا رحمٰن کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ ورنہ کہاں بشر اور کہاں خدا کا کلام۔

اور اس کی زبان بھی مبارک ہے

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥ (سورۃ یوسف ۱ع)

ترجمہ! ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا۔ تاکہ تم سمجھ لو۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلامؒ

یعنی عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح و وسیع اور منضبط اور پر شوکت زبان ہے۔ نزول قرآن کے لئے منتخب کی گئی جب خود پیغمبر عربیؐ ہیں۔ تو ظاہر ہے۔ کہ دنیا میں اس کے اولین مخاطب عرب ہونگے پھر عرب کے ذریعے سے چاروں طرف پر روشنی پھیلے گی۔ اسی کی طرف لعلکم تعقلون میں اشارہ فرمایا۔ کہ تمہاری زبان میں اتارنے کی ایک وجہ یہ ہے۔ کہ تم خود جو پیغمبرؐ کی قوم ہو۔ اول اس کے علوم و معارف کا مزہ چکھو۔ پھر دوسروں کو چکھاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

اُنْزِلَ اَشْرَفُ الْكُتُبِ بِاَشْرَفِ اللُّغَاتِ عَلٰى اَشْرَفِ الرُّسُلِ بِسِفَارَةِ اَشْرَفِ الْمَلٰٓئِكَةِ وَكَانَ ذٰلِكَ فِىْ اَشْرَفِ بِقَاعِ الْاَرْضِ وَابْتِدَاءُ اِنْزَالِهٖ فِىْ اَشْرَفِ شُهُوْرِ السَّنَةِ وَهُوَ رَمَضَانُ فَكَمُلَ مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ :۔

یعنی یہ قرآن سب کتابوں سے اشرف اور اس کی زبان سب زبانوں سے شریف اور جس رسول پہ اتری وہ بھی سب رسولوں سے زیادہ شریف اور اس کے لانے والے بھی سب فرشتوں سے شریف اور مہینہ بھی رمضان شریف یعنی ہر وجہ سے مکمل ہے

قرآن کی حفاظت کا شاہی انتظام

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ٥ (سورۃ النحل ۱ع)

ترجمہ! بے شک ہم نے ہی نصیحت نازل کی ہے۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں ـــ

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام رح

تمہارا استہزاء و تعنت اور قرآن لانے والے کی طرف جنون کی نسبت کرنا قرآن و حامل قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ یاد رکھو کہ اس قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں۔ اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ جس شان اور ہیئات سے وہ اُترا۔ بدوں ایک شوشہ یا زبر زیر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا۔ اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ و مصؤن رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول و احکام کبھی نہ بدلیں گے زبان کی فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں۔ پر قرآن کی صوری و معنوی اعجاز میں اصلاً ضعف و انحطاط محسوس نہ ہوگا۔ حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدۂ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا۔ جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب و مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے "میور" کہتا ہے۔ کہ جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں۔ جو قرآن کی طرح ۱۲ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔ ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے۔ کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہٖ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں ـــ واقعات تبلاتے ہیں۔ کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا ایسا رہا جس نے قرآن کے علوم و مطالب کی حفاظت کی۔ کاتبوں نے رسم الخط کی۔ قاریوں نے طرز ادا کی حافظوں نے الفاظ و عبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آجتک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہوسکا۔ کسی نے قرآن کے رکوع گن لئے کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد تبلائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے آج تک کوئی ساعت کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں ہزاروں لاکھوں حفاظ قرآن کی تعداد موجود نہ رہی ہو۔ خیال کرو کہ آٹھ دس سال کا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزء کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے۔ وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو متشابہات سے پر ہے کس طرح فر فر سُنا دیتا ہے۔ پھر کسی مجلس میں بڑے باوجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فروگذاشت ہو جائے۔ تو بچہ اس کو ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے للکارتے ہیں ممکن نہیں پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔ حفظ قرآن کے متعلق یہ ہی اہتمام و اعتناء عہد نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اسی کی طرف

وانا لہ لحافظون ٥

فرما کر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی

اوقاتِ روزہ کی تعیین

ہر حکم شریعت کی بنیاد کسی نہ کسی مصلحت اور حکمت پر رکھی گئی ہے وہ حکمت اور مصلحت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے

میاں غلام حسین قلعہ گوجر سنگھ لاہور

وَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ج (پ۲ البقرۃ آیت ۱۸۷)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیئو جب تک کہ تمہارے لئے سقید دھاری سیاہ دھاری سے فجر کے وقت ظاہر ہو جائے پھر روزوں کو رات تک پورا کرو۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ احکام شرعیہ کی بنیاد کسی مصلحت اور حکمت پر نہیں رکھی گئی اور اعمال اور جزا میں کوئی مناسبت نہیں ہے اور تکالیف شرعیہ کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح ایک آقا اپنے غلام کی فرمانبرداری کا امتحان کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے غلام کو کسی پتھر کے اٹھانے کا یا کسی درخت کے چھونے کا حکم دیتا ہے اور اس حکم سے اس کا مقصد صرف اس کی اطاعت کا امتحان ہے اور بس۔ جب وہ غلام بلا کسی عذر او تامل کے آقا کے حکم کی تعمیل کرتا ہے تو آقا اس کو اچھا بدلہ دیتا ہے اور اگر نافرمانی کرے تو سزا دیتا ہے۔ بعینہٖ یہی حالت لوگوں نے احکام شرعیہ کی سمجھ رکھی ہے لیکن یہ خیال سراسر باطل اور فاسد ہے۔ سنت نبوی بڑے زور سے اس کی تردید کرتی ہے۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات اور احادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ شرائع کی بنیاد خاص مصالح اور حکم پر رکھی گئی ہیں اور ہر زمانے کے علماء کرام اس بات کے قائل رہے ہیں۔ تمام حدود شرعیہ جو شارع نے مقرر کی ہیں اور جنہیں سنت نبویہ نے لازم قرار دیا ہے ان پر عمل کرنا واجب ہے۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ جو چیز صحیح روایت سے ثابت ہو اس پر عمل کرنے میں اس لئے توقف کرے کہ اس کی حکمت اور مصلحت اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ انسان کی عقل ناقص کی تو بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کی تہ تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالےٰ کے حکم سے جو حدود شرعی ہمارے لئے مقرر کی ہیں ان کی پابندی ہمارے لئے ضروری اور لازمی ہے۔ ان کی حکمت اور مصلحت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

مثلاً نماز اس لئے مشروع کی گئی ہے کہ خدائے قدوس کا ذکر کیا جائے اور اس کے حضور میں مناجات کی جائے اور آخرت میں دیدارِ خداوندی حاصل ہو۔ زکوٰۃ کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ بخل کی رذالت کو دور کیا جائے اور غرباء و مساکین کی حاجت روائی کی جائے اور روزہ اس لئے فرض کیا گیا ہے کہ نفس کو مغلوب کیا جائے اور انسان کو غلبۂ نفس سے آزاد کیا جائے۔ سب سے بڑا مقصد روزے کا یہ ہے کہ انسان متقی اور پرہیزگار بن جائے۔ روزہ ہماری تربیت کے لئے فرض کیا گیا۔ روزہ رکھنے سے قوت حیوانی کمزور ہو جاتی ہے اور قوت روحانی طاقتور ہو جاتی ہے اس لئے نیکی کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ روزہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ جس طرح ہم صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع کو ترک کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بیہودہ بکواس، جھوٹ اور غیبت وغیرہ سے پرہیز کریں غرضیکہ ہمارے سارے اعضا کوئی فعل یا حرکت ایسی نہ کریں جو شریعت کے برخلاف ہو اگر یہ نہ ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو پھر روزے کا مقصد پورا نہیں ہوا اور ہمیں بھوکا رہنے کے سوا روزہ سے کچھ نہیں ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب عبادتوں کا دروازہ روزہ ہے۔ کیونکہ سب عبادات کو روکنے والی خواہشات ہیں اور خواہشات کو مدد سیری سے ملتی ہے اور بھوک خواہشات کو توڑنے والی ہے

اب ذرا روزے کے اوقات کی تعیین میں غور کیجئے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ صبح صادق سے پہلے پہلے کھا پی لو اور پھر صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک روزہ رکھو۔

کھانا پینا ترک کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ کھانے پینے کی مقدار کم کر دی جائے لیکن اگر کھانا پینا کم کر دیا جائے تو انسان کمزور اور نحیف ہو جاتا ہے اور اگر یہ طریقہ زیادہ دیر تک جاری رکھا جائے تو انسان ہلاک ہو جاتا ہے نیز لوگ مختلف طبائع کے ہوتے ہیں اور ان کی مقدار خوراک بھی مختلف اور جداگانہ ہوتی ہے کوئی شخص ایک پاؤ بھر کھاتا ہے کوئی آدھ سیر اور کوئی اس سے بھی زیادہ اس لئے اس طریقہ میں انتہائی مشقت ہے اور اس کو عام شرعی ضابطے میں لانا دشوار ہے

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کھانے پینے کے روزمرہ کے اوقات میں وقفہ زیادہ کر دیا جائے۔ شرائع الٰہیہ میں اسی طریقہ کا لحاظ اور اعتبار کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ گرانبار بھی نہیں ہے اور نفس کو اس سے اچھی خاصی تکلیف بھی پہنچ جاتی ہے اور قوت حیوانی بھی کمزور ہو جاتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کھانے پینے کے اوقات میں وقفہ کس قدر ہونا چاہیئے۔ عرب و عجم اور تمام صحیح المزاج لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ صبح و شام دو وقت کھانا کھایا جائے یا شب و روز میں صرف ایک مرتبہ اور بھوک کا مزہ بھی اس وقت آتا ہے جب صبح سے شام تک کچھ نہ کھایا پیا جائے اور پھر بھی یہ ضروری ہے کہ یہ وقفہ یا مدت ایسی نہ ہو کہ لگاتار کئی کئی دن اور کئی کئی رات تک کھانا ترک کر دیا جائے یہ چیز موضوع شرع کے خلاف ہے اور عام لوگ اس پر عمل نہیں کر سکتے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے یعنی لگاتار کئی کئی دن تک روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ بندے ہلاک و برباد نہ ہو جائیں۔

پھر یہ بھی ضروری کہ کھانا پینا ترک کرنے

کا وقت بار بار عود کرتا رہے تاکہ نفس کو بار بار آگاہی ہوتی رہے اور انقیاد و اطاعت کے جذبات ابھرتے رہیں اگر ایسا نہ ہو تو پھر ایک دفعہ کی بھوک پیاس خواہ وہ کتنی ہی شدید اور سخت کیوں نہ ہو کوئی فائدہ نہیں دیتی ۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ نفس پر جبر و قہر کا ضابطہ اور قانون ایسا بنایا جائے جو نفس کو بالکل کمزور کر کے موت کے گھاٹ نہ اُتار دے اور یہ کہ اس عمل کو بار بار سرانجام دینے کی مقدار کا ضابطہ اور قانون ایسا ہو جو لوگوں میں عام طور پر رائج ہو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ روزے کا ضابطہ اور قانون یہ ہے کہ کامل دن بھر کے لئے کھانا پینا اور جماع ترک کر دیا جائے اب رہا پورے دن کا سوال کہ کس وقت سے کس وقت تک دن شمار کیا جائے ۔ عربوں کے ہاں پورا دن طلوع فجر سے غروب آفتاب تک شمار کیا جاتا تھا ۔ اس لئے روزے کا وقت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک مقرر کیا گیا ۔ اس وقت کے مقرر کرنے میں میں اللہ تعالیٰ کی کتنی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں ہماری بہتری کے لئے روزہ بھی فرض کر دیا اور تکلیف مالایطاق کا بوجھ بھی ہم پر نہیں ڈالا ۔ اللہ تعالےٰ کتنا رحیم و کریم ہے اپنے ہر حکم میں بندوں کی کمزوریوں کو مدنظر رکھتا ہے ۔ لیکن بندہ کبھی اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا ۔

صیامِ رمضان کی فرضیت

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ
الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ
الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَهِدَ
مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ
مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ
اَیَّامٍ اُخَرَ ط

(پ۲ البقرہ آیت ۱۸۵)

ترجمہ: رمضان کا وہ مہینہ جس میں قرآن اُتارا گیا جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پالے تو اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کر لے ۔

علائق بشریہ کو دور کرنے میں روزے سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے ۔ روزہ ایک تریاق ہے جو انسانی زہروں کے دفعیہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ۔ تمام نفسانی خواہشات اور شہوانی لذتیں قوت حیوانی کی شدت کی وجہ سے زور پکڑتی ہیں ۔ اس لئے قوت حیوانی کا مغلوب کرنا ضروری ہے اور قوت حیوانی کی شدت اور فراوانی کھانے پینے کی کثرت سے ہوتی ہے اس کی شدت کو توڑنے کا روزہ ایک بہترین ذریعہ ہے اس لئے روزے کا ضابطہ اور قانون اللہ تعالےٰ نے مقرر کیا کہ کامل ایک ماہ کے روزے لازم کر دیئے چونکہ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے اور طبعی طور پر انسانیت کا تقاضا ہے کہ وہ تمدنی ، اقتصادی اور معاشی ضروریات پورا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ روزہ ان امور میں ایک گونہ حارج ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ روزوں کے لئے ایک محدود عرصہ مقرر کیا جائے تاکہ انسان کی روزمرہ کی ضروریات میں حرج نہ ہو یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ساری مخلوق ہمیشہ کے لئے روزے نہیں رکھ سکتی اس لئے ضروری ہے کہ روزوں کے لئے سال میں ایک محدود و مقرر مقدار متعین کر دی جائے تاکہ کوئی شخص اس سے کم مقدار پر عمل کرنے نہ لگ جائے جو اس کے لئے قطعاً بے سود ہو اور غذائے روحانی کے حاصل کرنے میں ناکام رہے ۔ یا کوئی شخص اس سے زائد پر عمل کرنے لگ جائے اور اس قدر افراط و زیادتی کرنے لگ جائے کہ اس کے تمام اعضاء رئیسہ کمزور ہو جائیں اور اس کی نشاط و فرحت بکسر ختم ہو جائے اور وہ ہلاک ہو جائے ۔ اس لئے ایک ماہ کے روزے لازم کرنے میں بڑی حکمت ہے اگر ہفتہ دو ہفتہ کی مدت مقرر کی جاتی تو یہ بہت ہی قلیل ہوتی اور کسی قسم کا اثر پیدا نہ کر سکتی اور اگر دو ماہ یا اس سے زیادہ مدت مقرر کی جاتی تو اس سے نفس بالکل نحیف اور کمزور ہو جاتا اور انسان کی ہلاکت کا باعث بن جاتا ۔

جب یہ ضروری ہو گیا کہ بندوں کے لئے ایک تشریعی حکم جاری کیا جائے اور چونکہ سارے عرب و عجم کی اصلاح ضروری تھی اس لئے واجب ہوا کہ مہینے کے تقرر کے لئے لوگوں کو آزاد نہ چھوڑ دیا جائے تاکہ ہر شخص اپنی اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق جس مہینے میں چاہے روزے رکھ لے کیونکہ اس طرح کرنے سے عذر و معذرت ۔ حیلے حوالے اور کاہلی سستی کا دروازہ کھل جاتا اور اس بارے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہو جاتا اور اسلام کی ایک عظیم ترین عبادت مردہ ہو جاتی ۔

روزوں کے مہینہ کے تقرر کے لئے ماہِ رمضان سے زیادہ کوئی مہینہ مستحق نہیں ہے کیونکہ اس میں قرآن کریم نازل ہوا تھا اور اس میں ملت محمدیہ مصطفویہ کے سنگ بنیاد رکھا گیا اور یہی مہینہ ہے جس میں لیلۃ القدر بھی آتی ہے

ماہِ رمضان کا اصل مقصد قانون الٰہی کی پابندی سکھانا ہے اسی لئے پہلی امتوں سے بھی روزے رکھوائے گئے تھے سال کے بعد ہمیں پورا مہینہ روزے رکھوا کر ہمیں تربیت دی جاتی ہے تاکہ ہمارے اندر اخلاق حسنہ پیدا ہو جائیں ۔ ہم بداخلاقی سے نفرت کرنے لگیں اور صفات حمیدہ سے آراستہ ہو جائیں اور اپنی خواہشات نفسانی پر قابو پالیں ۔ ہم روزے کی صورت (یعنی صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانا پینا ترک کر دینا) تو بنا لیتے ہیں لیکن اس میں روح ڈالنے کی کوشش نہیں کرتے ۔ اگر مقصد روزہ اس صورت میں نہ پایا جائے تو روزہ بیکار ہو جاتا ہے ۔ صرف کھانا ، پینا چھوڑ دینے سے روزہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا ۔

روزے کی فضیلت

ا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ۔ اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں ۔

رمضان کی یہ فضیلت مسلمانوں کے لئے ہے کیونکہ کفار کے تو رگ و پے میں شعائر اللہ کی ہتک و تحقیر سرائت کئے ہوئے ہوتی ہی اور جب رمضان آتا ہے تو وہ اور زیادہ اندھے اور گمراہ ہو جاتے ہیں ۔ لیکن جب مسلمان روزہ رکھتے ہیں اور رات کو نمازیں پڑھتے ہیں اور خدا کے نیک اور کامل بندے انوارِ الٰہی کے سمندروں میں غوطہ زن ہونے لگتے ہیں ۔ اور ان کی دعائیں عام لوگوں کو گھیر لیتی ہیں اور ان کی برکتیں مسلمانوں کی ہر جماعت کے لئے عام ہو جاتی ہیں اور ان میں سے ہر شخص اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے لحاظ سے اپنا اپنا حصہ حاصل کر لیتا ہے اور مہلک اعمال

سے پرہیز کرتا ہے تو یہ بات بالکل سچی ہو جاتی ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے گئے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے گئے کیونکہ جنت و دوزخ کی اصل حقیقت بھی یہی رحمت اور لعنت ہی تو ہے اور یہ بات بھی بالکل سچی ہو جاتی ہے کہ شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ شیاطین تو انہی لوگوں کے اندر اپنا اثر پیدا کرتے ہیں جن کا نفس شیاطین کا اثر قبول کرنے کی استعداد اور قابلیت رکھتا ہے اور یہ استعداد و قابلیت قوت حیوانی کے غلبہ اور زیادتی کی وجہ سے ہوتی ہے اور روزہ کی وجہ سے یہ طاقت مغلوب اور مقہور ہو جاتی ہے

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ روزہ ڈھال ہے۔ یہ اس لئے کہ روزہ بندے کو شیطان اور نفس کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ شیطان اور نفس کے اثر سے دور رکھتا ہے اور اس کو شیطان اور نفس کا دشمن بنا دیتا ہے اس لئے روزے کے اندر ڈھال کے پورے پورے معنی پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کے ذریعے روزے دار اپنی زبان کو بے ہودہ بکواس اور شہوانی افعال و کردار سے پاک و صاف رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی آدم کا ہر ایک عمل دس سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سوائے روزے کے کیونکہ بندہ صرف میرے لئے روزہ رکھتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا وہ اپنی شہوت اور کھانا پینا میرے لئے ہی چھوڑتا ہے۔

نیکیاں زیادہ ہونے میں راز یہ ہے کہ انسان جب مر جاتا ہے اور قوت حیوانی کی پشت پناہی ختم ہو جاتی ہے اور حیوانی لذتیں اس سے منہ موڑ لیتی ہیں تو قوت روحانی ظاہر ہو جاتی ہے اور اس کے انوار طبعی طور پر چمکنے لگتے ہیں، اور مجازات عمل کا جو اصل راز ہے وہ یہی ہے پس اگر عمل نیک ہے تو گو وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو وہ ظہور قوت روحانی اور اس سے نسبت و تعلق قائم کرنے میں اس وقت بہت بڑا ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کے اندر استثناء کیا گیا ہے کہ ہر نیک عمل دس سے سو گنا کر دیا جاتا ہے مگر روزہ کہ وہ صرف اللہ کے لئے ہے اور وہی اس کا بدلہ دے گا۔

اس استثناء کا راز یہی ہے کہ صحائف کے اندر جو اعمال لکھے جاتے ہیں۔ ان کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عالم مثال میں ہر شخص کا عمل اسی جگہ متصور اور متشکل ہوتا ہے جو اس شخص کے لئے خاص کی گئی ہے اور اس صورت سے شکل دیا جاتا ہے کہ اس سے جزائے عمل اور بدلہ کی وہ صورت ظاہر اور نمایاں ہوتی ہے جو جسمانی حجابات اور تعلقات ختم ہونے کے بعد اس پر مرتب ہوتی ہے۔ انسان کے اعمال لکھنے والے فرشتے بسا اوقات اس کے ایسے عمل کی جزا اور بدلہ لکھنے میں تاخیر کر دیتے ہیں جو شہوات نفس کی وجہ سے سرزد ہوتا ہے۔ اور تاخیر اس لئے کرتے ہیں کہ اس عمل کی جزا لکھنے میں اس آدمی کے نفس کے اخلاق کی مقدار معلوم کرنی ضروری ہوتی ہے جس سے یہ عمل صادر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ لکھنے والوں فرشتوں کو نہ اس کا ذوق ہوتا ہے اور نہ ہی وہ وجدانی طور پر اس چیز کو معلوم کر سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب فرشتے کسی بندے کے کفارے اور درجات و مراتب کے بارے میں باہم جھگڑنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے کہ تم اس بندے کا صرف عمل لکھ لو اور اس عمل کی جزا کا معاملہ میرے سپرد کر دو۔ اور یہی حکمت ہے

الصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ

کی۔ روزے کو بارگاہ صمدیت سے منسوب ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ریا کا اس میں کسی طرح کا دخل نہیں ہے۔ حقیقت میں کھانا پینا چھوڑ دینا ہے اور یہ باطن سے تعلق رکھتا ہے اور ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ یہ خدا اور بندہ کے درمیان ایک راز ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ روزے دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشگوار اور محبوب ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ طاعت و عبادت کا اثر اس لئے محبوب و پسندیدہ ہوتا ہے کہ اصل طاعت و عبادت محبوب و پسندیدہ ہوتی ہے۔ اور عالم مثال میں طاعت و عبادت کا یہی اثر اصل طاعت و عبادت کا قائم مقام اور متمثل ہو جاتا ہے۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزے دار کے لئے دو مسرتیں ہیں ایک روزے کے افطار کے وقت اور دوسری پروردگار کی ملاقات کے وقت پہلی مسرت و فرحت تو عین طبعی ہے کہ نفس جس چیز کا طالب ہوتا ہے وہ اس کو مل جاتی ہے۔ دوسری مسرت و فرحت، فرحت روحانی ہے اور یہ اس وقت حاصل ہوگی جبکہ روزے دار کے جسمانی حجابات اور تعلقات ختم ہو جائیں گے اور دنیا سے قطع تعلق کرلے گا۔

ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ

تنقید و تبصرہ

مہاج بخاری

نام کتاب: تحفۂ اخلاق حصہ اولیٰ (گلدستۂ جنت)
تصنیف: جناب محمد حفیظ الحسن صاحب خطیب جامع مسجد راہوالی ضلع گوجرانوالہ
ناشران: ادارہ تحائف اسلامیہ مکتبہ حفیظیہ راہوالی ضلع گوجرانوالہ
قیمت درج نہیں ہے۔

مذکورہ بالا ادارہ اسلام پر نہایت مفید رسائل شائع کر رہا ہے۔ زیر نظر رسالہ اخلاق سے متعلق مضامین پر مشتمل ہے۔ قرآن پاک اور احادیث طیبہ کی روشنی میں متعدد اصناف اخلاق، مثلاً سچائی، خوش اخلاقی، امانت داری، پردہ پوشی، باہمی محبت، طہارت و پاکیزگی وغیرہم کے مطالب و معانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسوہ کی امثلہ کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ ایسے کتب و رسائل کی از حد ضرورت ہے۔ خصوصاً بچوں کو، اگر ان کے دلوں میں ایسے پاکیزہ اور مطہر خیالات اوائل عمر میں ہی جاگزیں ہو جائیں۔ تو ایک نسل اور ایک قوم سدھر سکتی ہے۔ بہتر ہو کہ ایسی کتب بچوں کے نصاب میں شامل ہو جائیں۔ کیونکہ ازیں قسم لٹریچر سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب و سنت صرف عبادات و عقائد کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ ان میں مکمل ضابطۂ اخلاق بھی موجود ہے۔

یادگارِ اسلاف

از امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ: غازی خدا بخش و شیخ بشیر احمد ایم۔ اے

نائب السلطنت سردار نصر اللہ خاں سے ملاقات

حاجی عبد الرزاق خاں قاضی چاہتے تھے کہ آپ کی ملاقات نائب السلطنت سے ہو کیونکہ غیر رسمی پولیٹکل معاملات کا تعلق انہی سے تھا صرف رسمی معاملات اعلےٰ حضرت امیر حبیب اللہ کے پیش ہوتے ہیں لیکن آپ نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے قاضی صاحب کو مشورہ دیا کہ سردار معین السلطنت امیر امان اللہ کے ذریعے آپ کی ملاقات ہونی چاہیئے اس بات کو پسند کیا گیا چنانچہ آپ سے ایک مختصر عریضہ لکھوایا گیا جس میں آپ نے اپنے مقاصد تحریر کر دیئے۔ ایک روز سردار معین السلطنت آپ کو اپنے ہمراہ ملاقات کے لئے لے گئے۔ نائب السلطنت دونوں سے تنہائی میں ملے دو گھنٹے تک مفصل حالات سنے کچھ سوالات کئے اور جوابات سے مطمئن ہوگئے یہ بھی ایک آزمائش تھی جس میں خدا کے فضل سے آپ کامیاب رہے آپ نے محسوس کیا کہ نائب السلطنت آپ کی گفتگو سے محظوظ ہوتے ہیں آخر انہوں نے خواہش کی کہ آپ کی ان باتوں کا خلاصہ فارسی میں تحریر کیا جائے۔

آپ اسلامی تاریخ کا تو عموماً مطالعہ کرتے رہے اور ہندوستانی تاریخ میں سلطان عالمگیر اور اس کے بعد کا دور تو آپ کا خاص مضمون ہے۔ اس لئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے خاندان کی علمی و سیاسی تحریکیں یہیں سے شروع ہوتی ہیں لیکن یورپین طریقے پر سیاسیات کے مطالعہ کا سامان آپ کو زیادہ میسر نہ آیا اردو یا فارسی میں اس نئی طرز کو سمجھنے کے لئے بہت کم کتابیں ملتی ہیں لہٰذا ایک عرصے سے سیاسیات سے واقف تعلیم یافتہ کا اشتراک آپ اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ شیخ محمد ابراہیم نے تاریخ اور اقتصادیات میں بمبئی یونیورسٹی سے ایم۔ اے۔ کا امتحان پاس کیا ہوا تھا اور کابل پہنچنے سے پہلے آپ نے ان سے اشتراک پیدا کر لیا تھا۔ وہ آپ سے پہلے کابل پہنچ کر ملازمت اختیار کر چکے تھے۔ اس زمانے میں وہ آپ کے مشیر تھے آپ نے بہت احتیاط سے سات آٹھ صفحے لکھے اور شیخ صاحب کو سنائے انہوں نے بعض جگہ مفید اضافہ کیا اور وہ مضمون آپ نے سردار محمود طرزی اور سردار معین السلطنت کی معرفت بھیج دیا۔ نائب السلطنت آپ کی طرز تحریر سے سمجھ گئے کہ جب تک آپ کا معاملہ کا فیصلہ خود اعلےٰ حضرت امیر صاحب نہ کریں گے آپ اسے قابل اطمینان نہیں سمجھتے چنانچہ انہوں نے ایک ماہ بعد امیر صاحب کے سامنے وہ مضمون پیش کرنے کا انتظام کیا۔

اعلیٰ حضرت امیر حبیب اللہ خاں سے ملاقات

ایک دن سردار نائب السلطنت نے آپ کو قصر زین العمارت میں دعوت دی آپ وہاں پہنچے تو عصر کے بعد امیر صاحب بھی وہیں آ گئے کمرے میں ایک میز اور دو کرسیاں تھیں ایک پر امیر صاحب خود بیٹھ گئے دوسری پر آپ کو نہایت محبت و شفقت سے بٹھایا نائب السلطنت نے آپ کا فارسی مضمون امیر صاحب کے پیش کیا اور خود کمرے سے باہر جا کر پہرہ دینے لگے امیر صاحب نے آدھ گھنٹہ تک اسے غور سے ملاحظہ فرمایا اور متاثر ہو کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور زبانی طور پر کام کرنے کے ایک خاص حکم فرمایا جس کی تعمیل آپ قیام کابل میں پوری امکانی طاقت سے کرتے رہے۔ آپ نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اگر شیخ محمد ابراہیم مرحوم کا صحیح مشورہ حاصل نہ ہوتا تو آپ کی بات زیادہ مؤثر نہ ہوتی اگر آپ اپنے کو ایک ہندوستانی مسلمان کی حیثیت میں پیش نہ کرتے بلکہ صرف ایک مسلم کی صورت میں آپ کا تعارف ہوتا اور چند دن کے بعد آپ کو ہندوستانیت اپنا مسلک بنانے کی ضرورت پیش آتی جس سے آپ کا درجہ کچھ کم سمجھا جاتا، امیر صاحب نے آپ کی عزت افزائی سے یقیناً ہندوستان پر احسان کیا یہ اس لئے نہ تھا کہ آپ نے اپنے تئیں ہندوستان کا فرضی نمائندہ بنا لیا تھا بلکہ زیادہ عزت اس لئے کی کہ آپ نے اپنی تحریر میں مبالغے سے بالکل کام نہ لیا تھا۔ اعلیحضرت کو ذاتی طور پر جس قدر معلومات حاصل تھیں آپ کا بیان بھی ان کے قریب قریب تھا۔ آپ ایک محکوم قوم کے متوسط طبقے کے آدمی ہیں اور پھر مذہبی عالموں میں صحیح معلومات کے مالک ہیں ایسے نازک موقع پر آپ صداقت کا دامن ہاتھ سے نہیں دیتے اعلیحضرت اور ان سے پہلے نائب السلطنت کے لئے واقعی آپ کی شخصیت ایک نادر اور مؤثر مثال تھی۔ چنانچہ آپ اپنے حق میں خداوند تعالیٰ کی خاص رحمت سمجھتے ہیں جس میں اپنے استاد حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسنؒ کی دعا اور ان کے حکم کی تعمیل کی برکت کا کافی دخل خیال فرماتے ہیں۔

ہندوستانی مشن سے ملاقات

جنگ عظیم کے شروع ہونے پر آزادی پسند تمام ہندوستانی جو یورپ میں موجود تھا وہ سب برلن میں آ جمع ہوئے چنانچہ انہوں نے جرمن حکومت کے اشتراک سے ہندوستان کی آزادی کا کام شروع کر دیا برلن انڈین سوسائٹی ان کی مرکزی جماعت تھی اس سوسائٹی نے تجویز کیا کہ ایک مشن کابل بھیجا جائے جو افغانستان کو لڑائی میں شامل ہونے کی دعوت دے اس کے لئے مولانا برکت اللہ بھوپالی کو امریکہ سے بلایا گیا۔

جس زمانے میں جناب نائب السلطنت انگلینڈ وغیرہ گئے تھے مولانا برکت کو وہ اس وقت سے جانتے تھے اصل تجویز یہ تھی کہ مولانا برکت اللہ کو وفد کا رئیس بنایا جائے لیکن اسی دوران میں راجہ مہندر پرتاپ سوئٹزرلینڈ پہنچ گئے برلن سوسائٹی نے انہیں دعوت دی۔ لالہ ہردیال اس وقت سوسائٹی میں منظم تھے۔ راجہ صاحب مشن کے رئیس قرار پائے مولانا برکت اللہ صاحب بھی شامل کر دیئے گئے ان کے ساتھ کیپٹن ہنٹنگ جرمنی سے اور یوز باشی کاظم بیگ ترکی سے معاون

بنا دیئے گئے۔ یہ وفد ایران پہنچا تو وہاں موسیو اینڈ ماٹر اور لڈگر جو ایران میں جرمن حکومت کا کام کر رہے تھے وہ بھی وفد میں شامل ہو گئے۔ یہ وفد آپ سے ایک ہفتہ پہلے کابل پہنچ چکا تھا اور ان کی مفصل ملاقاتیں ختم ہو چکی تھیں آپ جب اعلیٰحضرت سے ملاقی ہوئے تو آپ کو وفد کے ہندوستانی ممبروں سے ملنے کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ اچھی طرح ملنے کے بعد آپ کو معلوم ہُوا کہ ہندوستانی معاملات میں آپ کے اور ہندوستانی ممبروں... میں بہت فرق ہے ...... ایک عرصہ تک مبادلۂ خیالات کرتے رہے۔ اس زمانے میں آپ کا ترجمان ایک ہندوستانی نوجوان تھا جسے ہندوستانی مہاجر طلباء کی جماعت نے اپنا پریذیڈنٹ چنا تھا اس کا نام عبدالباری تھا وہ لاہور گورنمنٹ کالج سے ایم۔ اے۔ کلاس میں پڑھتا ہوا چلا گیا تھا۔ شیخ محمد ابراہیم چونکہ حبیبیہ سکول کابل میں ملازم تھے اس لئے انہیں ان سیاسی مجالس میں شامل ہونے کے لئے بہت کم موقع ملتا تھا۔

وفد کے ہندوستانی اور جرمن ممبروں میں آپ کی ملاقات سے پہلے اختلافات رونما ہو چکا تھا۔ وفد کے ہندوستانی دوستوں کے نظریات یورپین سائیکالوجی کے لئے نہایت دلفریب تھے۔ جب تک وہ برلن اور استنبول میں رہے ترکوں اور جرمنوں نے ان کے نظریات کی بہت قدر کی۔ ..... لیکن کابل میں جب وہ عملی کارروائی کے لئے آئے تو وہاں وفد کے پریذیڈنٹ یا مولانا برکت اللہ صاحب ان کی کوئی زیادہ رہنمائی نہ کر سکتے تھے انہیں عمر بھر افغانستان صوبہ سرحد، پنجاب، سندھ، اور بلوچستان کو نقشے میں دیکھنے سے زیادہ موقعہ نہ ملا تھا۔ وفد کے ممبر اگرچہ شروع میں آپ سے اخلاص کے ساتھ نہ ملے تھے لیکن آہستہ آہستہ ان کا خیال آپ کے متعلق اچھا ہوتا گیا۔ آپ کی ساری عمر شمالی ہند میں گزری تھی اور اس ادھیڑپن میں ہر کہ ومہ سے ملتے رہے آپ کے پاس بعض ایسی معلومات بھی تھیں جو کابل میں فوجی نقطۂ نظر سے بہت قیمتی سمجھی جاتی تھیں۔ چنانچہ آپ کی رائے غالب آنے لگی۔ اختلافِ خیالات کے باوجود آپ نے وفد کے ہندوستانی ممبروں کے احترام واعزاز میں خاص طور پر کوئی فرق نہ آنے دیا۔ اس لئے روز بروز ایک دوسرے کے قریب ہوتے گئے۔

دوسرا باب

راجہ صاحب سے مبادلہ خیالات

یہ آپ کو ایک ناگوار حقیقت کا علم ہوا اس حقیقت سے آپ ہندوستان میں بھی کسی قدر واقف ہو چکے تھے لیکن اس کی اہمیت کا صحیح احساس نہیں ہوا تھا اب اس کی وسعت اور اثر کا حقیقی علم حاصل ہُوا آپ کے خیالات کے سمجھنے میں ناظرین کو کچھ آسانی ہو لہٰذا آپ بعض گزشتہ واقعات کا ذکر کرتے ہیں آپ کی طالبعلمی کا پہلا زمانہ تو ایسا ہے کہ اس وقت آپ اسلام اور مسلمانوں کے سوا کسی اور چیز کی ہستی ہی نہ مانتے تھے جب آپ کا مطالعہ پختہ ہُوا آپ کو ہندوستانیت یا ہندو مسلم اتحاد کا خیال اور اس کی ضرورت زور سے محسوس ہونے لگی اگرچہ عملی حصہ لینے کے لئے آپ کو اس زمانے میں کوئی موقعہ نہیں ملا تھا۔ بعد ازاں جب مسلمانوں کی مرکزی جماعتوں کے ساتھ آپ کا تعارف ہُوا تو آپ نے مناسب طور پر اپنے بزرگوں اور دوستوں کو اس طرف توجہ دلانی شروع کی آپ کی مسرت کی انتہا نہ رہی جب آپ کو امید سے زیادہ کامیابی نظر آئی۔

اس ضروری مسئلے کے محرکات

جس وقت آپ جمعیۃ الانصار دیوبند کے ناظم تھے تو آپ کے ایک سندھی دوست پروفیسر جیوت رام کرپلانی دیوبند میں آئے وہ دارالعلوم دیکھنا چاہتے تھے وہ آپ کے ایک ہفتہ تک مہمان رہے انہیں پوری آزادی سے دارالعلوم کی سیر کرائی، آخر میں وہ دارالعلوم کی بہت تعریف کرتے تھے کہ ہند کے مستقبل میں جو چیزیں کارآمد ہو سکتی ہیں وہ اسی قسم کے کام ہیں اور دارالعلوم کی خدمات قابلِ تعریف اہمیت رکھتی ہیں۔ اس پر آپ نے سوال کیا کہ کہئے "پروفیسر صاحب ہماری ضرورت ہے یا نہیں" ان کا جواب تھا بالکل نہیں۔ آپ اگر ضرورت سمجھیں تو ہمارے ساتھ ہو جائیں ورنہ ہندوستان ہمارا ہے اور ہم اپنا کام خود کر لیں گے" اس جواب کا اثر ظاہر ہے کہ آپ پر اچھا نہیں ہُوا تھا بلکہ اس نے آپ کو ایک طرح بے قرار کر دیا۔

چند روز بعد آپ کے مؤتمر الانصار کا اجلاس مرادآباد میں قرار پایا بحیثیت ناظم مؤتمر الانصار آپ کو مرادآباد کے شرفاء سے ملاقات کے مواقع ملے۔ آپ کا جلسہ خداوند تعالےٰ کے فضل سے کامیاب رہا علی گڑھ کے پروفیسر جلال الدین صاحب سے جو آپ کے کاموں کو ابتداء سے اچھی طرح دیکھ رہے تھے آپ نے مؤتمر الانصار کی نسبت سوال کیا انہوں نے بہت تعریف کی اس پر آپ نے وہی سوال ان سے دہرایا۔ "کیوں صاحب ہماری ضرورت ہے یا نہیں" پروفیسر صاحب نے نہایت محبت آمیز متانت سے جواب دیا "آپ کے سوا ہم کچھ نہیں" اس جواب کا آپ پر گہرا اثر ہُوا اور آپ نے دل میں اپنے آپ کو اور اپنے دوستوں کی سخت مذمت کی کہ تعلیم یافتہ جماعت سے آپ کیوں کھچے رہے۔ ساتھ ہی ہندو مسلم اتحاد کا مکمل پروگرام آپ کے سامنے آ گیا۔ اس کی پہلی کڑی یہ تھی کہ قدیم وجدید نوجوان کا سمجھوتہ ہونا چاہیئے پھر دوسرا قدم اٹھانا اس قدر مشکل نہیں رہے گا۔

تمہیدی مقدمات کی تکمیل

پرانے اور نئے خیال کے مسلمانوں میں محل نزاع کیا ہے۔ آپ اسے اچھی طرح جانتے تھے علماء برداشت نہیں کر سکتے کہ عام مسلمانوں کی رہنمائی کا منصب ان کے ہاتھ سے نکلے اور تعلیم یافتہ طبقہ لیڈرشپ کا مدعی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ علماء کی رہنمائی میں وہ کوئی کام نہ کر سکیں گے۔ آپ نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیئے کہ اہل علم لیڈر شپ کے ادعا سے دست بردار ہو جائیں اور تعلیم یافتہ طبقے کے لوگوں میں عام طور پر یہ احساس پیدا کر دیا جائے کہ وہ اہل علم کی مشولیت کی صحیح حیثیت کو نہ سمجھیں آپ کے اُستاد حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے خیال کی اس طرح داد دی کہ وہ پہلے ہی سے اس کے لئے تیار بیٹھے تھے آپ کو یاد ہے کہ جب مولانا محمد علی مرحوم گورنر یو۔پی کی آمد پر دیوبند تشریف لائے تو حضرت مولانا محمد علی مرحوم خود ان سے ملنے کے لئے ان کی قیام گاہ پر گئے تو اُسی وقت آپ کے امام شیخ الہندؒ نے مولانا محمد علی مرحوم کو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا آپ اس وقت دیوبند میں نہیں تھے چنانچہ نادان لوگوں نے حضرت کے اس تقدم پر نکتہ چینی بھی کی تھی خدا بھلا کرے ڈاکٹر

باقی بر صفحہ ۱۴

نقد و نظر

(م۔ اح۔ البخاری)

نام کتاب : نغمات صداقت
ترتیب : عتیق الرحمن تائب
صفحات : ۱۱۲ قیمت ۱½
ناشران : شعبۂ تبلیغ صداقت چنیوٹ ضلع جھنگ

زیر کتاب میں متعدد شعرائے اسلام کا کلام ضبط ہے کتاب دوسری بار طبع ہوئی ہے اس کے مرتب عتیق الرحمن صاحب تائب سابق مبلغ مرزائیت ہیں۔ اب چنیوٹ میں تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ کتاب سات ابواب پر منقسم ہے توحید باری تعالیٰ، رسالت محمدیہ، ختم نبوت، حدیث رسولؐ مناقب آل و اصحاب، پیغام جہاد اور حقائق و حوادث، ان ابواب کے عنوانات ہیں۔ کتاب کے شروع میں مرتب موصوف نے کتاب پر طویل مقالہ قلمبند کیا ہے۔ جس میں انہوں نے کتاب کی غرض و غایت بیان کرنے کے علاوہ صنف شاعری پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ مندرج نظمیں اور نعتیں ایمان افروز ہیں۔ آج جبکہ ناپاک لٹریچر کا دور دورہ ہے۔ ایسے پاکیزہ ادب کی اشاعت بہت غنیمت ہے۔ چنانچہ ایسی کتابوں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔

کتابت اور طباعت نہایت عمدہ ہے۔ سرورق دیدہ زیب ہے۔ یہ کتاب مکتبہ خدام الدین سے بھی دستیاب ہو سکتی ہے

ضروری نوٹ

تبصرہ کے لئے کم از کم دو نسخے ارسال کئے جاویں۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ کتاب خریدنے کے لئے براہ راست ناشرین سے خط و کتابت کریں۔ ہفت روزہ کے دفتر سے ان کے خطوط کے جواب عرض نہ کئے جاسکیں گے۔

بقیہ: یادگار اسلاف صد سے آگے

مختار احمد انصاری کا جو علماء دیوبند اور تعلیم یافتگان علی گڑھ کے ملانے میں ایک مضبوط کڑی ثابت ہوئے۔ وہ جب ہلال احمر کا وفد لے گئے تو اس میں علماء دیوبند بھی شریک ہوئے اور ایسے کام کو مکمل کرنے والے جناب مسیح الملک مغفور تھے۔ آپ جب دہلی آئے اور مسیح الملک کی سرپرستی میں نظارۃ المعارف قائم ہوئی تو اس میں نواب وقار الملک اور حضرت شیخ الہند دونوں ایک درجے پر شریک ہوئے۔

جامعہ ملیہ: مدرسۃ تجوید القرآن — قاسم پور ملتان

قرآنی تعلیم کے ساتھ بچوں کی سیرت و کردار کی تعمیر کا بے نظیر ادارہ ہے۔ اس ادارہ میں مندرجہ ذیل شعبہ جات کا داخلہ شروع ہے

درجہ حفظ و قرات ——— مدت تین سال
اقامت : جامعہ ملیہ میں لازمی ہوگی
اخراجات : استطاعت رکھنے والے والدین اپنے بچوں کا خرچ خود برداشت کریں گے جو پچاس روپے ماہوار سے زائد نہ ہوگا۔ غریب بچوں کا خرچ جامعہ کے ذمہ ہوگا۔

داخلہ : ذہانت اور شوق کے پیش نظر ہوگا
خصوصیت : قرآن پاک کی نعمت حاصل ہونے کے بعد بچے اعمال الٰہیہ کا نمونہ ہوں گے

ادارہ کے متعلق علماء و صلحاء کی آراء

حضرت العلام مولانا مفتی محمد شفیع صاحب صدر مہتمم دارالعلوم کراچی تحریر فرماتے ہیں۔

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تیقن اور یقینی ہے کہ مسلمانوں کے ہر فضل و کمال اور ظاہری و باطنی ترقیات کا واحد سبب قرآن اس کی تعلیم پھر اس کے احکام کی تعمیل ہے۔

اسی طرح اہل تجربہ سے یہ مخفی نہیں کہ آج کل مسلمان ہر جگہ جن مصائب اور ذلات کے شکار ہیں۔ اس کا بھی سب سے بڑا سبب قرآن کو چھوڑنا ہے۔ قرآن کو مضبوط تھامنا ہی ان سب مشکلات کا حل ہے جس کے تین درجے ہیں۔ (۱) تلاوت قرآن (۲) معانی قرآن کا سمجھنا (۳) اس کے احکام پر عمل کرنا

آج ہمارا حال یہ ہو گیا کہ اس کے پہلے مرحلہ ہی کا قحط ہے۔ مسلمانوں کے کتنے گھرانے جو اپنے آپ کو باعزت اور لکھا پڑھا بھی سمجھتے ہیں۔ اس دولت سے ایسے محروم ہیں کہ قرآن کریم کی چند آیات کے صرف الفاظ ہی صحیح طور سے نہیں پڑھ سکتے اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے مقام تو بہت آگے ہیں بلکہ نرے الفاظ قرآن کی تلاوت کو شاید عام کتابوں پر قیاس کر کے بیکار ہی سمجھتے ہوں تو بعید نہیں حالانکہ قرآن کے الفاظ کی تلاوت خود ایک مستقل مقصد اور عبادت ہے اس کی ترویج کے لئے ضروری ہے کہ ہر قریہ ہر بستی میں تعلیم قرآن کے مکاتب قائم ہوں۔

مولانا عبید اللہ صاحب بحمد اللہ اس کام کے لئے سعی رہے۔ قاسم پور ملتان میں ایک مدرسۃ تجوید القرآن کے نام سے جاری فرمایا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مسلمانوں کے لئے نافع و مفید بنائے اور مولانا موصوف کو اخلاص کے ساتھ اس کو بڑھانے اور چلانے کے مواقع میسر ہوں۔ واللہ الموفق والمعین - بندہ محمد شفیع عفی عنہ دارالعلوم کراچی

۲۲ ۔۔۔۔ ھ

(۲) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری شیخ التفسیر والحدیث دارالعلوم نیوٹاؤن کراچی تحریر فرماتے ہیں۔

قرآن کریم کی خدمت کے جتنے شعبے ہیں ان کی اہمیت سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ مدرسۃ تجوید القرآن قاسم پور ملتان بھی انہی دینی مدارس میں سے ہے جو قرآن کریم کی خدمت تجوید سے سرفراز ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو قرآن کریم کی حفاظت اور اس کی عظمت اور دینی خدمت کا بہترین ذریعہ بنائے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدرسہ مذکورہ کے مہتمم اور نگران ہیں ان کی مخلصانہ سعی سے توقع ہے کہ مدرسہ ان شاء اللہ ترقی کر کے امتیازی مقام حاصل کریگا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

محمد یوسف بنوری عفی عنہ — ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ

(۳) حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب امیر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کی زیر نگرانی مدرسہ تجوید القرآن جامعہ ملیہ کے تحت نہایت مبارک دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے اور اس قرآنی مکتب کو پاکستان کے جید علمائے کرام کی سرپرستی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مدرسہ کو بیش از بیش خدمت کی توفیق ارزانی فرمائیں اور عامۃ الناس کو اس کار خیر میں تعاون کی سعادت نصیب فرمائیں

دعاگو (دستخط) احقر عبید اللہ انور ۱۴ ۔۔۔

(۴) (۱) اس دینی درسگاہ کی برقراری داعانت آپ کے ذمہ ہے۔

(۲) مدرسہ میں بچے اور بچیوں کے داخلہ کی درخواستیں بھیجی جاسکتی ہیں۔

آپ کا مخلص عبید اللہ عفی عنہ
ناظم
جامعہ ملیہ: مدرسۃ تجوید القرآن قاسم پور (ملتان)

ادارہ اشاعت اسلام پاکستان کا قیام

۱۲ جنوری ۱۹۶۴ء کو بعد از نماز عشاء قومی و سماجی کارکنوں کا ایک اجلاس زیر صدارت حافظ طالب حق صاحب ایڈیٹر پیام اسلام لاہور دار المبلغین بلیہ اخبار سٹریٹ میں منعقد ہوا جس میں ادارہ اشاعت اسلام پاکستان کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ ادارہ کے امیر مولانا منظور حسین نظامی ایڈیٹر خدام الدین لاہور منتخب ہوئے۔ باقی عہدہ داران کی نامزدگی کا اختیار امیر کو دیا گیا۔

اجلاس میں یہ تجویز متفقہ طور پر منظور ہوئی کہ اسلامی اقدار کے تحفظ و بقا کے لئے دار المصنفین دار المبلغین اور دار التجوید کا قیام عمل میں لایا جائے۔ ادارہ کا صدر دفتر شیرانوالہ گیٹ لاہور نمبر ۸ ہوگا۔

محمد الیاس ناظم دفتر ادارہ اشاعت اسلام لاہور۔

عورتوں کا صفحہ

حضرت سُمیّہ رضی اللہ عنہا

نثار فاطمہ

؎ بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت جب اسلام کی کرنیں مکہ کی پہاڑیوں پر پڑ رہی تھیں۔ جن مردوں اور عورتوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا تھا۔ ان میں غلاموں کا ایک گھرانا بھی تھا۔ جس کے قابل فخر افراد حضرت یاسرؓ، ان کی بیوی حضرت سمیہؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت عمارؓ تھے حضرت عمارؓ نوجوان تھے، لیکن حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ کافی کمزور اور بوڑھے تھے۔ جب اسلام کی آواز ان کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے لبیک کہا، اسلام قبول کرنے والوں میں حضرت سمیہ کا ساتواں نمبر تھا، یہ ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں جو حضرت عمار کی پیدائش پر آزاد کر دی گئی تھیں،

یہ اسلام لائیں تو کفار مکہ نے ان کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کرنا چاہا، لیکن انہوں نے اسلام چھوڑنے سے سختی سے انکار کردیا، ایک ضعیف اور کمزور خاتون کے اس مضبوط ارادے اور عزم کو دیکھ کر مشرکین مکہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی انہوں نے اپنا آخری حربہ استعمال کیا، بغیر کسی رعایت اور رحم کے اس ضعیف خاتون کو مکہ کی تپتی اور جلتی ہوئی ریت پر کھڑا کیا، ان کو لوہے کی زرہ پہنائی، تاکہ وہ اس ظلم اور سختی کی تاب نہ لاکر اسلام کو چھوڑ دے۔ مگر جس کے دل میں اللہ و رسول کی محبت رچ بس جاتی ہے تو وہ کسی بھی سختی اور ظلم کی پرواہ نہیں کرتا، یہی حال اس خاتون کا بھی تھا۔ ان کا عزم و استقلال اتنا بڑھا کہ بڑے سے بڑے کافر اور مشرک کی سختی اور ظلم کام نہ آیا، کفار ان کو ستاتے ہوئے اور دل دہلانے والے عذاب ان کو دیتے ہوئے اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوتا۔ تو آپ فرماتے۔

اصبروا یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ"

"آل یاسر صبر کرو۔ اس کے بدلے میں تمہارے لئے جنت ہے۔"

صبح سے شام تک کفار کا یہی کام تھا کہ ان دونوں بوڑھوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑیں، ان کے ضعف و نقاہت، عمر کی زیادتی کا خیال کئے بغیر ان کو سخت سے سخت عذاب دیں، شام ہوتی تو ان کو رات بھر کے لئے نجات ملتی۔

ابوجہل جو اسلام دشمنی میں سب سے آگے تھا، جس کا دل اتنا سخت تھا۔ کہ کمزور پر بھی رحم کرنا نہ جانتا تھا، اخلاق و شرافت کے نام سے بھی ناآشنا تھا، وہ ان بوڑھوں خصوصًا اس ضعیف خاتون پر سختیاں کرنے میں پیش پیش تھا ایک مرتبہ یہ ضعیف خاتون دن بھر کی سختیاں اٹھا کر گھر پہنچیں، آرام بھی نہ کرنے پائی تھیں کہ ابوجہل پہونچا اور بے تحاشا گالیاں دینے لگا، گالیاں دیتا جاتا تھا۔ اور اس کے غصّے کا پارہ چڑھتا جاتا تھا اللہ کی یہ نیک بندی صبر و شکر کے ساتھ اس کی بدزبانی کو برداشت کر رہی تھیں کہ ناگاہ اس سخت دل انسان نے ایسی برچھی ماری کہ حضرت سمیہؓ اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکیں اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ آخر حد بھی ہوتی ہے۔ قوت برداشت کی اور کوئی انتہا بھی ہوتی ہے ظلم و شقاوت اور درندگی کی

ان کے صاحبزادے حضرت عمار سے یہ تکلیف دیکھی نہ گئی اور ماں کی بے کسی اور مصیبت پر بے چین ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور حد ہو گئی، حضورؐ نے صبر کی تلقین فرمائی اور ارشاد فرمایا:۔

"خداوندا! آل یاسر کو جہنم سے بچا،"

غزوۂ بدر میں جب ابوجہل مارا گیا تو حضور نے حضرت عمار سے فرمایا۔

"دیکھو تمہاری والدہ کے قاتل کا خدا نے فیصلہ کر دیا"

حضرت سُمیّہ اسلام لانے والے مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلی خاتون تھیں، جنہوں نے اسلام اور اللہ و رسول کی محبت میں جام شہادت نوش فرمایا اور تکلیفیں اٹھا اٹھا کر جان دے دی اور قیامت تک کے لئے خواتین کے لئے ایک ایسی مثال قائم کر گئیں جو کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔

ایک ایسے دور میں جب کہ اسلام سے بے وفائی عام ہے اور کلمہ پڑھنے والے مرد اور عورتیں بھی اسلام کا نام لیتے ہوئے بھی کتنے مواقع پر اسلامی احکام کو پائمال کرتے رہتے ہیں، ایسی مبارک اور شہید اسلام خاتون کا ذکر سبق آموز اور عبرت خیز ہے، آپ تھوڑی دیر کے لئے حضرت سمیہؓ اور ان کے ماحول کا جائزہ لیجئے

ایک طرف ایک کمزور و ناتواں عورت —— دوسری طرف مضبوط و توانا مرد——

ایک طرف بیچارگی اور بے بسی —— دوسری طرف قوت و طاقت کی فراوانی۔

ایک طرف کوئی مددگار و معاون نہیں —— دوسری طرف زور و جبر اور پوری جماعت

آخر وہ کون سی طاقت تھی جو اس کمزور خاتون کو دل دہلا دینے والے مظالم سے ٹکرا رہی تھی اور آخر دم تک کسی وقت بھی ایمان اور اسلام سے منحرف ہونے کا خیال تک نہ آنے دیا۔ اور وہ خون سے نہاتے ہوئے بھی اللہ و رسول کی محبت میں سرشار تھی، آپ ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ایمان و یقین کی طاقت تھی (جب وہ ایمان اللہ و رسول اور آخرت پر ہو) جس نے اس خاتون کو عزم کا پیکر بنایا اور کوئی طاقت بھی اس محترم خاتون کو اسلام سے پھرا نہ سکی

کیا

آج مسلمان عورتیں اس محترم صحابی خاتون کا نمونہ بنا کر ایمان و یقین سے اپنے دلوں کو روشن کریں گی۔ اور اسلام کی خاطر ہر مصیبت کو مسکرا کر برداشت کریں گی؟

"انوارِ ولایت"

سوانح حیات قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ

مرتبہ :- مولانا لالہ دین اخگر بی اے، بی ٹی

دو سال کی مسلسل اور شبانہ روز عرق ریزی کے بعد

چھپ کر تیار ہو چکی ہے

سوانحیات کی خصوصیات حسب ذیل ہیں

۱- یہ سوانح حیات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسودہ کی تفصیل ہے جو آپ نے اپنی زندگی میں بابو منظور سعید صاحب کے اصرار پر تحریر کروایا تھا۔

۲- یہ سوانح حیات حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت اور صحیح حالات و واقعات کی آئینہ دار ہے

۳- اس کی ایک ایک سطر پر جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ کی مہر تصدیق ثبت ہے۔

۴- اس کتاب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ قطب الاقطاب حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی قدس سرہٗ اور سید العارفین امام الاولیاء حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری نور اللہ مرقدہٗ کے حالات بھی اجمالاً سپردِ قلم کئے گئے ہیں

۵- حضرت رحمۃ اللہ کے استاد امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اس کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ بیان ہو گئے ہیں

۶- مؤلف نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن قدس سرہٗ کی تحریک آزادی ریشمی خطوط کی سازش اس کے پس منظر اور نتائج کی پوری عکاسی کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے

۷- شیخ الہند ثانی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے باہمی مراسم کو پیارے اور دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے

۸- اس کتاب میں ملکی و ملی تمام تحریکات کا ذکر کیا گیا ہے جن میں حضرت شیخ التفسیرؒ نے مجاہدانہ و قائدانہ حصہ لیا۔

۹- اس کتاب کی تقریظ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھی ہے۔

۱۰- مذکورہ بالا خصوصیات کے باوجود کتاب کی قیمت نہایت کم رکھی گئی ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ حضرات اس سے استفادہ کر سکیں

کتاب کی ضخامت ۴۴۲ صفحات ہے

سائز ۲۰×۲۶/۸ ہے

قیمت ۳-۵۰ ساڑھے تین روپے ہے

ملنے کا پتہ:-

دفتر انجمن خدام الدین اندرون شیرانوالہ دروازہ — لاہور

ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین

و

عبد الواحد بیگ ناظم دفتر

چنیوٹ میں دار المبلغین کا قیام

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان (ملتان) کے زیر اہتمام عرصہ سے ملتان دار المبلغین کا مرکز رہا ہے۔ اب مجلس مرکزیہ نے مولانا لال حسین صاحب اختر مناظر الاسلام کو چنیوٹ تبدیل کر کے دار المبلغین کو بھی چنیوٹ منتقل کر دیا ہے۔

دار المبلغین میں جملہ مذاہب باطلہ کی تردید اور حقانیت اسلام کی تائید باقاعدہ پڑھائی جائیں گی۔ یہ نصاب ایک سال کا ہوگا۔ شوال ۸۳ھ کے آخری ہفتہ سے تعلیم کا آغاز ہوگا تحقیق و مناظرہ اور تبلیغی ذوق رکھنے والے نوجوان قادر الکلام فارغ التحصیل علماء کرام آخر رمضان تک داخلہ کے لئے اپنی درخواستیں بنام ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ ضلع جھنگ ارسال فرمائیں۔

مدارس عربیہ کے دستور کے مطابق شامل ہونے والے علماء کرام کے خورد و نوش اور دیگر ضروریات کی کفیل مجلس ہو گی۔ اس تعلیم میں معیاری قابلیت حاصل کرنے والے علماء کرام کو مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت اپنے مبلغین میں شامل کرنے کی کوشش کرے گی (ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ ضلع جھنگ)

شائقین فن تجوید کے لئے مژدہ

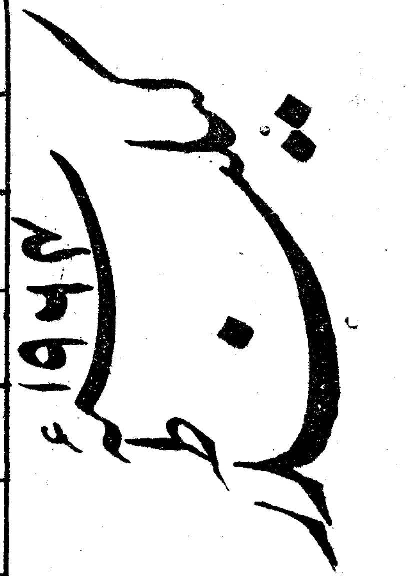
ماہ رمضان المبارک کا خاص پروگرام

امسال مسجد نقشبندی — محلہ کیار منڈی تردڈیل پھاٹک ملتان میں زیر اہتمام "جامعہ موسویہ" مشق و تجوید کا خصوصی انتظام کیا گیا ہے۔ جس میں حضرت مولانا الحاج القاری محمد اسماعیل النقشبندی — (مہتمم جامعہ موسویہ) تلمیذ خاص شیخ القراء حضرت مولانا القاری عبد الوہاب المکی لاہور تعلیم دیں گے۔

اہل ذوق حضرات اس نادر موقعہ سے فائدہ اٹھائیں

اوقات تعلیم صبح ۹ بجے سے ۱۲ بجے دوپہر تک داخلہ ۲۸ شعبان ۱۳۸۳ھ شعبان سے یکم رمضان ۱۳۸۳ھ تک خط و کتابت و داخلہ کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر رجوع فرمائیں — فاروق کیپ ہاوس اکبر روڈ — بیرون حرم گیٹ ملتان شہر —

الداعی الی الخیر — اختر حسین عفی عنہٗ ناظم اعلیٰ جامعہ موسویہ، زراعت فارم روڈ ملتان)



فروری اگست	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
مارچ - نومبر	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ
جون	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار
ستمبر - دسمبر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر
جنوری، اپریل، جولائی	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل
اکتوبر	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ
مئی	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات
بشکریہ	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
حرم	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
لکھنؤ	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
"خاموش مبلغ"	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸
	۲۹	۳۰	۳۱	×	×	×	×

مولانا عیسیٰ عابد رامپانڈی کی
کا مجموعہ کلام طبع ہو کر شیخ صاحب لاہور نے
نہایت خوبصورت کر کے شائع کیا ہے۔ مولانا موصوف
جہاں کہیں ہوں جلد از جلد لاہور پہنچ جائیں۔
مشتاق احمد عبدالرحیم - گنج مغلپورہ لاہور

بقیہ :- اداریہ صفحہ ۲ سے آگے

حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد بخاری شریف میں موجود ہے کہ جو مسلمان اپنا مذہب بدل دے اس کو قتل کردو اسلام نے ارتداد کی سزا قتل مقرر کی ہے اور اس کو تمام جرائم سے بڑا جرم قرار دیا ہے

تیسرا مسئلہ تبلیغ کفر کا ہے

جب کسی مسلمان کا مرتد ہونا بدترین گناہ اور سخت ترین جرم ہے ۔جس کی سزا قتل ہے تو ایسے جرم پر آمادہ اور کفر کی تبلیغ کرنے کی اجازت مسلمانوں کی حکومت میں کیسے دی جاسکتی ہے ۔جبکہ امریکہ اپنے ہاں اشتراکیت کے پروپیگنڈے کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں ۔جو مذہب بھی نہیں ہے صرف ایک طرز معاشرت یا نظام حکومت ہے ——

چوتھا مسئلہ ملازمتوں اور عہدوں کا ہے

روا داری اچھا وصف ہے ۔مگر کسی کی خاطر ہم اپنا اصول ترک کر دیں یا مذہب کا کوئی حصہ قربان کر دیں یہ روا داری کا ہیضہ ہوگا ۔ پہلے مسلمانوں میں یہی خوبی تھی کہ وہ دینی صلابت رکھتے تھے ۔اسلام نے اپنی حکومت میں غیر مسلم ذمیوں کو پورے شہری حقوق اور قانونی مساوات عطا کی ہے ۔ مگر حکومت میں غیر مسلموں کو حصہ دار نہیں بنایا نہ کسی کلیدی آسامی پر ان کا تقرر جائز قرار دیا ہے ۔اور حق بھی یہی ہے کہ جب حکومت اصولی و نظریاتی ہے تو جو شخص ان اصول و نظریات کی صحت پر یقین نہیں رکھتا اس کو کیسے اس حکومت میں ذمہ داری سپرد کی جاسکتی ہے کہ ہم اس کو وزیر اعظم بنائیں یا عدالت کا قاضی ۔

آزادی تقریر

یہی حال آزادی تقریر کا ہے ہر شخص کو تحریر و تقریر کی آزادی ہونی چاہیے مگر اسلام کی مخالفت میں کوئی تقریر و تحریر کیسے برداشت کی جاسکتی ہے جب کہ حکومت کے خلاف تقریر کرنے کو بھی جرم قرار دیتے ہیں ۔تو خدائے برتر یا اس کے احکام کے خلاف کیوں تقریر کی جاسکے

ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس

حکومت پاکستان نے جو دستور پیش کیا ہے اس کے بنیادی حقوق میں

(۱) ہر شخص کو مذہبی آزادی دی گئی ہے اس میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب قائد جمعیتہ علماء اسلام نے یہ ترمیم پیش فرمائی کہ سوائے مسلمان کے کہ اس کو ارتداد کی اجازت نہ ہوگی۔

(۲) ان بنیادی حقوق میں یہ ہے کہ تقریر کی آزادی ہوگی ۔ لبشرط سلامتی پاکستان حضرت مفتی صاحب موصوف نے یہ ترمیم پیش فرمائی کہ لبشرط سلامتی پاکستان و سلامتی اسلام مطلب یہ تھا کہ کوئی تقریر پاکستان اور اسلام کے خلاف نہ ہوسکے ۔

(۳) ایک بات ملازمتوں کی ہے ۔کہ ملازمتوں میں مذہب ملک وقوم یا رنگ و نسل کی وجہ سے امتیاز نہ ہوگا صرف اہلیت اور ملازمت کی شرائط کو پیش نظر رکھا جائے گا حضرت مفتی صاحب یہ ترمیم پیش کی کہ اسلام کے صریح اصول کے مطابق ہو ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ہندو عیسائی مرزائی وزیر اعظم اور ذمہ دار عہدہ دار یا قاضی نہ بن سکے گا ۔یہ اسلام کا حکم ہے اور اجماعی مسئلہ ہے ۔

(۴) ان میں یہ تھا کہ کسی شخص کو غلام نہ بنایا جائے گا ۔حضرت مفتی صاحب نے ترمیم پیش کی کہ بجائے اس کے یہ ہو کہ کسی شہری کو غلام نہ بنایا جائے گا تاکہ خونریز جنگ میں گرفتار ہونے والا استثنیٰ ہوسکے یہ ایک اسلامی ترمیم تھی — مقصد یہ تھا کہ غیر مسلم پروپیگنڈے کے زیر اثر مسلمان ذہنی غلامی میں مبتلا نہ رہیں

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ شب و روز اپنے اسلام کا ڈھنڈورا پیٹنے والی جماعتوں کے ممبروں نے ان سب ترمیموں کی مخالفت کرتے ہوئے حکومت کا ساتھ دیا ۔

دراصل یہ لوگ ماڈرن قسم کا اسلام چاہتے ہیں ۔جس پر امریکہ اور لنڈن کو اعتراض نہ ہو ۔ اور خود ان کی نفسانی خواہشات کے خلاف بھی نہ ہو ۔ یا اسلام کا نام صرف حصول اقتدار کے لئے استعمال کرتے ہیں

اسی لئے ہماری دیانتدارانہ رائے ہے ۔ کہ اہل اسلام کتاب وسنت کے مطابق اور سلف صالحین رح کی تعبیرات کی روشنی میں اگر اسلام کو باقی رکھنا چاہتے ہیں تو وہ جمعیتہ علماء اسلام پاکستان سے وابستہ ہوں یا اس کا تعاون کریں ۔

دین و ایمان اور اسلام محفوظ رکھنے کے لئے علماء دین سے جڑے رہنا ہی بہترین طریق کار ہے ۔

وما علینا الا البلاغ

بقیہ :- بچوں کا صفحہ

نیک دیکھنا چاہتا ہے ۔چور ڈاکو بھی یہی توقع کرتے ہیں کہ ان کے بچے نیکی کا راستہ اختیار کریں ۔ بچے نقال ہوتے ہیں ۔جس طرح ماں باپ اور بڑوں کو کرتے دیکھتے ہیں اسی طرح کرتے ہیں —

اگر آپ صبح جلدی اٹھیں گے نماز اور تلاوت کریں گے ۔یقیناً بیوی بچے بھی اسی طرح کریں گے ۔اور یہیں سے برکت کا آغاز ہوگا — اسی طرح سارے دن کے کاروبار اور ہماری حرکات و سکنات کی بچے نقل کریں گے ،اور اچھی بری زندگی کا عکس ان میں آئے گا اور اگر بچے برے نکلے ،تو ان کے اعمال کا وبال بھی والدین پر ہوگا ۔ بھلا جو والدین خود سینما دیکھنے کے عادی ہوں وہ توقع کر سکتے ہیں کہ ان کے بچے سینما نہ دیکھیں ۔ضرور دیکھیں گے بھلا جس باپ نے بچے کو کبھی مسجد کا راستہ نہیں دکھایا ۔وہ بچہ نہ نماز جمعہ میں شامل ہوسکتا ہے ۔جو باپ خود گیارہ بارہ بجے سوئے ۔وہ بچوں کو ۵ بجے کس طرح اٹھا سکتا ہے ۔

بچوں کا صفحہ

قرآن کا اثر

مرتبہ :- محمد امین بورسٹل جیل —— لاہور

ایک دفعہ ابوجہل قریش کو اکٹھا کر کے کہتا ہے۔ کہ جو محمدؐ کو قتل کرے گا۔ میں اُسے ایک سو سیاہ اور سُرخ بالوں والے اونٹ اور ایک ہزار اُوقیہ چاندی انعام دوں گا چنانچہ حضرت عمرؓ تیار ہو جاتے ہیں۔ اور شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر چل پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں، کہ میں ابھی شمع مصطفویؐ کو بجھا کر آتا ہوں۔ راستہ میں اُن کی ملاقات نعیم بن سعود سے ہوتی ہے۔ وہ پوچھتے ہیں۔ "عمر کدھر جا رہے ہو" کہتے ہیں۔ کہ محمدؐ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ نعیمؓ بن سعود سُن کر کہتے ہیں۔ کہ پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ غصے میں آکر ادھر چل پڑتے ہیں۔ اس وقت حضرت خباب رضؓ انہیں قرآن پڑھا رہے ہوتے ہیں۔ اور دروازہ اندر سے بند ہوتا ہے۔ عمرؓ دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ تو آپ کی بہن خبابؓ کو چھپا دیتی ہیں۔ عمرؓ لکڑی اٹھاتے ہیں اور بہنوئی کو مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ بہن چھڑانے کی کوشش کرتی ہے، تو اُسے بھی مارتے ہیں۔ اور دونوں کو زخمی کر دیتے ہیں۔ بہن کہتی ہے۔ کہ ہم نے حضرت محمدؐ کی غلامی کا طوق پہن لیا ہے۔ اب وہ اتر دور نہیں ہو سکتا۔ آپ ذرا سنیں تو سہی "ہم کیا پڑھ رہے ہیں۔ بہن کے ان الفاظ سے.. حضرت عمرؓ کا دل پسیج جاتا ہے اور کہتے ہیں "سنایئے" آپ سورہ "طٰہٰ" کی پہلی آیات پڑھ کر سناتی ہیں۔ چونکہ حضرت عمرؓ عربی دان تھے۔ اس لئے آپ کے دل پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں "کیا پاکیزہ کلام ہے" مجھے رسول اللہ صلی اللہ کی خدمت میں لے چلو۔ چنانچہ آپ شمشیر نیام میں ڈالتے ہیں۔ اور آستانۂ رحمت میں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، دروازہ کھولا جاتا ہے — حضورؐ فرماتے ہیں "عمر کیسے آئے ہو، اور کب تک بیگانے رہو گے؟ عمرؓ عرض کرتے ہیں "غلام ہونے آیا ہوں" بس کلمہ شہادت پڑھتے ہیں اور مسلمان ہو جاتے ہیں۔ آپ کی شمولیت سے مسلمانوں کو بڑی تقویت پہنچتی ہے اور پہلی بار کعبہ میں اعلانیہ طور پر اذان اور نماز ادا کی جاتی ہے۔ وہی عمرؓ جو سر لینے آتے ہیں۔ اپنا سر دے کر دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کر جاتے ہیں۔ اللہ کا دین ہے۔ دراصل حضورؐ نے ابوجہل اور حضرت عمرؓ کے بارے دعا کی تھی کہ خدا ان میں سے کسی ایک کو مسلمان کر دے۔ کیونکہ یہ بہت طاقتور ہیں چنانچہ وہ دعا حضرت عمرؓ کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ یہ دعا محض دین کی تبلیغ کے لئے ہوتی ہے۔ اپنی ذات کے لئے نہیں — قرآنی تاثیر کے لئے حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا دوسرا واقعہ بھی مشہور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عمرؓ چپکے سے پیچھے کھڑے قرآن سن رہے تھے۔ حضورؐ کی زبان رسالت سے قرآن کا کلام دل میں اُتر گیا اور مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس راستے میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ کہ جنوں کی ایک ٹولی نے حضورؐ سے کلامِ الٰہی سُنا اور مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے مزید تین صد جنات کو مسلمان کیا، یہ قرآنی تبلیغ کا اثر تھا۔

مگر افسوس آج مسلمان تبلیغی.. فرائض کو بھلا بیٹھے۔ حالانکہ تبلیغ فرض ہے۔ اور ہر ایک پر فرض ہے۔ قیامت کے دن تبلیغ کی بھی پرسش ہوگی۔ کہ تبلیغ کا حق کس طرح ادا کیا۔ کیونکہ ہر انسان کسی نہ کسی رنگ میں بعض دوسروں پر صاحب اختیار ہوتا ہے۔ اور فضیلت رکھتا ہے۔ اور نہیں تو بیوی، بچے، دوست، احباب پر اثر تو ضرور ہوتا ہے۔ جب ہم بیوی بچوں کو دنیا کے معمولی سے معمولی کام کے لئے بازپرس کرتے ہیں۔ تو دین کے معاملہ میں باز پُرس کیوں نہیں کرتے، ہنڈیا میں نمک مرچ کی کمی و بیشی ہو وقت پر روٹی تیار نہ ہو — تو تیوری چڑھاتے ہیں۔ تو نماز روزہ یا دیگر نیکی کے کام کے لئے کیوں تبلیغ نہیں کرتے —

یاد رکھئے! قیامت کے دن ان سب کی برائی کی بابت آپ سے پرسش ہوگی۔

بچہ صاف نہ ہو۔ کپڑے میلے ہوں۔ منہ دُھلا نہ ہو یا گندگی پیشاب کو ہاتھ لگائے تو ڈانٹتے ہیں۔ معمولی سیاہی ہاتھ کو لگ جائے تو صاف کراتے ہیں۔ گھر میں قرینہ سلیقہ رکھواتے ہیں۔ بے شک یہ بھی نیکی ہے۔ مگر کیا کبھی بچے کو جھوٹ بولنے، چوری کرنے سے بھی روکتے ٹوکتے ہیں۔ یا کیا ان کے سامنے ایسی حرکات سے گریز کرتے ہیں۔ جن کو آپ خود پسند نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جیسے آپ ہوں گے۔ ویسے ہی بیوی بچے ہوں گے۔ پس اگر آپ بیوی بچوں کو نیک دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے سامنے اپنی وہی مثال رکھیں جس رنگ میں ان کو رکھنا چاہتے ہیں۔ میرا تجربہ ہے۔ کہ بُرا سے بُرا انسان بھی اپنے بیوی بچوں کو ضرور

باقی بر صد ۱۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء